شوریٰ کی حیثیت اور حاکمِ عادل کا مقام

عبداللہ ؓ ابن عباس نے ایک امر میں امیر المومنین ؑ کو مشورہ دیا جو آپ کے خیال میں غلط تھا۔ آپ نے فرمایا:
"تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو۔ اس کے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے۔ اور اگر میں تمہاری رائے کو نہ مانوں تو تمہیں میری اطاعت لازم ہے۔"

(نہج البلاغہ)

ماہنامہ

معارفِ اسلام

لاہور

بابت ماہ ستمبر، اکتوبر
۱۹۶۱ء

مطابق
ربیع الثانی و جمادی الاول
۱۳۸۱ھ

ناشر: ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان لاہور

قرآن مجید

مترجم

مولانا فرمان علی صاحب قبلہ

اب تک قرآن مجید کے جس قدر عام فہم تراجم ہو چکے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا فرمان علی صاحب قبلہ کے ترجمہ کو جو اہمیت اور خصوصیت حاصل ہے وہ ارباب علم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے عرصہ سے یہ ترجمہ نایاب تھا۔ اور تشنگان معانی و علم قرآن مجید اس کی شدت سے ضرورت محسوس کرتے تھے۔ ان ہی کے پیہم تقاضوں کا یہ مبارک اقدام ہے کہ ہم نے بصرف کثیر اس ترجمہ کو نہایت تحقیق اور بڑے اہتمام سے شائع کر دیا ہے۔ اس کی صحت چھ مختلف حفاظ و قاریان کلام پاک نے کی ہے۔ اس طرح غلطی کا امکان نہیں رہا۔

سائز کلاں ۲۰×۲۶ ½ ضخامت ۱۰۱۲ صفحات

ہدیہ قسم اول سفید گلیز مجلد سنہری ڈائیدار ٹیش ۳۰ روپے

ہدیہ قسم دوم سفید کلینکل مجلد ولائتی ڈائیدار سترہ روپے

(محصول ڈاک بذمہ خریدار) قرآن مجید کی یہ پہلی بار اشاعت محدود تعداد میں کی گئی ہے اس لئے فوری اہل علم جلد ہی ہم سے طلب فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ (منگوانے کا پتہ):۔

شیخ محمد حسین اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

ادارۂ معارف اسلام کی نئی پیشکش

کتاب

الجمہوریت والامامت

(تالیف و تصنیف بزمِ معارف اسلام)

طبع ہو گئی۔ ۳۲۹ بڑے صفحات پر حالات زمانہ کے سب سے اہم بڑے مسئلہ پر قرآن کی ۲۷۰ آیات مبارکہ اور تفسیر و احادیث و تواریخ کی روشنی میں کتاب سے استدلال پیش کر کے مسئلہ زیر بحث کا صحیح حل پیش کیا گیا ہے۔ کہ دنیا میں طریق حکومت کیا ہونا چاہئے بظہور امام سے قبل کا طریق کار کیا۔ جمہوریت اور امامت کے متعلق مکمل تفصیلات لے قرآنی طریق رسول اکرم۔ سیاسیات عالم اور سائنس کی روشنی میں جواتا ہے۔ یہ کتاب مدبرین زمانہ کو ایک اہم دعوت فکر ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے ترجمہ انگریزی زبان میں کروا کر بیرونی ممالک میں بھیجا جائے۔ پہلا ایڈیشن صرف ۲۰۰ کی تعداد میں چھپا ہے ممبران ادارہ و خریداران میں تقسیم کرنے کے بعد چند کاپیاں باقی بچ گئیں۔ طالبان حق جلد از جلد منگوائیں۔ قیمت صرف چار روپے بغیر جلد اور مجلد ۵ روپے۔ مجلد ایک ہفتہ انتظار کرنا پڑے گا۔ خرچہ ڈاک بر خریدار۔ منگوانے کا پتہ

منیجر دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

9/B شاہ عالمی گیٹ لاہور

راستی و درستی بہترین سیاست است

ماہنامہ
معارفِ اسلام
لاہور

مدیر اعزازی: غیاث الدین

جلد ۷ | ماہ ربیع الثانی و جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ مطابق ستمبر اکتوبر ۱۹۶۱ء | شمارہ ۶ و ۷

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ہا

کتاب اللہ و عترت سے چشم پوشی کے نتائج

اس وقت دنیا اقتصادیات کی چکّی میں پس رہی ہے۔ معاشیات وقت کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ لوگوں کے اخراجات اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ دنیا کو ان کے پورا کرنے کے سوا دوسری طرف بہت ہی کم توجہ دینے کا موقع ملتا ہے۔ سب نے آزمایا ہے کہ اقتصادی حالت اگر خراب ہو تو دلجمعی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ سچ ہے۔ ؎ پراگندہ روزی پراگندہ دل

جو زیادہ صاحب اولاد ہیں اُن کے لئے زیادہ مشکلات ہیں۔ اس لئے (Family Planning) یعنی خاندانی منصوبہ بندی پر زور دیا جا رہا ہے۔ تاکہ اولاد کم پیدا ہو نے سے اخراجات بھی کم ہونگے۔ لہٰذا گھر میں خوش حالی آئے گی مگر جو اولاد پیدا ہو چکی ہے اُس کا گلا تو نہیں گھونٹا جا سکتا۔ اُس کے لئے بھی تو کچھ کرنا چاہئے۔ جن کے اخراجات پورے کرنے کے لئے جرائم کی رفتار بھی زیادہ ہو رہی ہے۔ یہ رشوت خوری۔ بلیک مارکیٹنگ وغیرہ کا ایک بڑا سبب یہ بھی تو ہے بہرحال اس میں شک نہیں کہ اگر ہماری ضروریات و اخراجات کم ہوں تو عادی چور ہی چوری کرے گا کوئی نیا چور نہ بنے گا۔ اگر ضروریاتِ زندگی مناسب ہوں اور دنیا کو ہمیشہ رہنے کی جگہ تصور نہ کیا جائے بلکہ اسے اصل زندگی بنانے کا محض ایک ذریعہ یقین کرکے اس کو اسی حد تک کام میں لایا جائے تو یقیناً اہلکار کو رشوت لینے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اور تجار کو زیادہ منافع خوری کا چسکا نہ لگے گا۔

امیرالمومنینؑ یعنی عترتِ رسولؐ کی پہلی فرد علی المرتضیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کا مشہور قول نہج البلاغہ میں ہے:

ان للہ ملکاً ینادی فی کل یوم : لدوا للموت واجمعوا للفناء وابنوا للخراب - (اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے کہ موت کے لئے اولاد پیدا کرو - برباد ہونے کے لئے جمع کرو - اور تباہ ہونے کے لئے عمارتیں کھڑی کرو -)

اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اولاد پیدا نہ کی جائے اور رہنے کے لئے عمارت نہ بنائی جائے اور اپنے ضروری اخراجات کے لئے کچھ رقم جمع نہ کی جائے - کیونکہ امیرالمومنینؑ بھی تو بالآخر کسی مکان میں رہتے ہی تھے اور اپنے ضروری اخراجات کے لئے تگ و دو کر کے کچھ حاصل کرتے ہی تھے اور اولاد بھی حضورؑ کی ۱۲ بیٹے اور ۱۶ بیٹیاں یعنی کل ۲۸ ہوئی - لہٰذا قول امیرالمومنینؑ کا یہی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ ان ہر سہ امور مندرجہ بالا یعنی مال و اولاد و عمارت نے بالآخر فنا ہو جانا ہے - اس عقیدہ پر یقین کامل ہونے سے خرابیاں پیدا نہ ہوں گی - اور جب یہ عقیدہ دل میں راسخ ہو گا کہ اس دنیا میں ہماری رہائش اور ہمارے جملہ امور عارضی ہیں - پائیدار نہیں یعنی یہاں کا عمل عارضی ہے جو ہماری "حیات بعد الموت" کی کیفیت کا سبب بن جائے گا - یہاں کے بوئے ہوئے کے مطابق ہمیں آخرت کی کھیتی کاٹنا پڑے گی - اور دوسرے یہ کہ امیرالمومنینؑ کا فرمودہ جس کسی پر بھی جس قدر اثر پذیر ہو گا اُسی قدر وہ اپنی استطاعت کے مطابق ان امور سے گریز کرے گا - خود امیرالمومنینؑ نے دولت جمع نہیں کی بلکہ روزانہ جو کما کر لاتے تھے اُس کے لئے اگر اپنے سے زیادہ کوئی دوسرا مستحق نظر آتا تو اُس کو اپنے پر ترجیح دیتے تھے - آپ نے اپنے لئے عمارتیں بھی کھڑی نہیں کیں - ہاں اولاد حضورؑ سے پیدا ہوئی - مگر پرورش اولاد کے لئے آج کل کی پیچیدگیاں وہاں پیدا نہیں ہوئیں - سادہ زندگی اور سب اولاد صالح - لہٰذا اُس سے بھی زیادہ اولاد اگر آپ کی ہوتی تو آج کل کی طرح تکلیف کا باعث نہ ہوتی - مگر ہم جب موجودہ ماحول اور اپنے اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہیں - تو واقعی قول امیرالمومنینؑ سے یہی اندازہ لگاتے ہیں کہ ان تینوں امور پر جتنا زیادہ عمل ہو رہا ہے اُتنی ہی زیادہ مصیبت گاہ یہ دُنیا بن رہی ہے -

(۱) "موت کے لئے اولاد پیدا کرو" - دنیا کی آبادی (Population) کا دن بدن بڑھنا انسانیت کی تباہی کو دعوت دے رہا ہے اور ایٹمی جنگ کو نزدیک سے نزدیک لا رہا ہے - کیونکہ جس قدر آبادی زیادہ بڑھ گئی ہے - اُسی قدر اُس کی موجودہ تقاضوں کے مطابق ضروریات بڑھ رہی ہیں - جو ایک ملک کے دوسرے کو چبا جانے پر اُدھار کھائے بیٹھی ہیں -

(۲) "برباد ہونے کے لئے سرمایہ جمع کرو" - سرمایہ کا مسئلہ بھی دنیا کی بربادی کی

دعوت دے رہا ہے۔ اور سرمایہ کو باندھ کر رکھنا جس قدر نہ صرف کسی مخصوص ملک کی بلکہ تمام عالم کی بربادی کا باعث ہے اور ہو سکتا ہے وہ کسی ذی علم سے پوشیدہ نہیں۔

(۳) "آباد ہونے کے لئے عمارتیں بناؤ" یہ چیز خاص طور پر معاشرے سے تعلق رکھتی ہے۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے پاس رہنے کے لئے جگہ ہونی چاہئے۔ مگر یہاں کیا ہو رہا ہے؟ سرمایہ جمع کرنے کے بعد ایسے طریقوں سے خرچ کیا جاتا ہے کہ اولاد در اولاد تک اس کا نفع پہنچتا ہے اور گھر بیٹھے بٹھلائے آمدن معقول ہوتی ہے۔ اس کے لئے بڑی بڑی عمارات بنائی جاتی ہیں۔ تاکہ معقول کرایہ آتا رہے۔ اور ان کی اولاد در اولاد تک آرام سے بیٹھ کر کھاتے رہیں۔ چونکہ تمام دنیا ہی سرمایہ دار نہیں لہٰذا کم استطاعت والا طبقہ اپنی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کرایہ پر لینے پر مجبور ہوتا ہے۔ حالات گواہ ہیں کہ یہ عمارتیں ہمیشہ تباہ ہی ہوتی آئی ہیں اور اسی زمانہ میں جبکہ جنگوں کے طریقے بدلے جا چکے ہیں۔ عمارتوں کا تباہ ہونا عین یقینی ہے۔ یورپ کی گذشتہ جنگ میں جو تباہی مچ چکی ہے۔ وہ سب جانتے ہیں اور آئندہ متوقع جنگ میں جو کچھ ہوگا اس کا نقشہ دماغوں میں سوچ کر دنیا کانپ جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان تمام قباحتوں کا علاج کتاب اللہ میں THEORY یعنی علمی حیثیت میں اور عترت رسول میں PRACTICE یعنی عملی حیثیت میں موجود ہے۔ اور ان دونوں کی پیروی میں ہی انسانیت کی نجات ہے۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے عمل میں نجات نہیں۔ جب تک دنیا اس حبل اللہ (یعنی خدا کی رسی) کو مضبوط نہ پکڑے گی یہ تباہی کی طرف بڑھتی ہی جائے گی۔ اگر قرآن کو چھوڑے گی تو حقیقت سے دور رہے گی۔ اور اگر عترت رسولؐ کو چھوڑے گی تو قرآن کا مفہوم اپنی محدود و متفرق عقل کے مطابق اٹکل پچو لگائے گی۔ لہٰذا غلط راستہ پر جا پڑے گی۔ مسائل حاضرہ میں اقتصادیات و معاشیات وقت کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔

قرآن حکیم میں اس کے متعلق کھلے کھلے احکام موجود ہیں:۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ .... الآخر (پ ۱۰ ع ۱۱ التوبہ)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے سو تم ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ جس دن وہ سونا چاندی آتش جہنم میں تپایا جائیگا۔ پھر اس کے ذریعہ سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی اور ان سے یہ کہا جائے گا) کہ یہ وہی ہے جو تم اپنی ذات

کے لئے جمع کیا کرتے تھے۔ پس جیسا تم جمع کیا کرتے تھے اُس کا مزہ چکھو۔

یہ تو ہُوا آخرت کا عذاب اور دنیا میں سرمایہ جمع کر کے رکھ لینے کے کیا نتائج ہوتے ہیں اُس کے متعلق ارشاد ہے:۔

واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها ۔۔۔۔ الآخر (پ ۱۵ ع ۲ بنی اسرائیل)

اور جب ہم کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو ہم اُس میں سرمایہ دار لوگوں کو زیادہ کر دیتے ہیں۔ پس وہ اُس بستی میں نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ بستی عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے۔ اور ہم اُس کو پورا پورا تباہ کر دیتے ہیں۔

اور سرمایہ خرچ کرنے کا صحیح طریق کار کیا ہے؟ ارشاد ہے:۔

ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط ۔۔۔ الآخر (پ ۱۵ ع ۳ بنی اسرائیل)

اور نہ تو پورے کنجوس بن جاؤ اور نہ بڑے فضول خرچ کہ پھر خالی ہاتھ پشیمان بیٹھے رہو۔ بیشک تمہارا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے روزی وسیع کر دیتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا ہے۔

پھر ارشاد ہے:۔

يسئلونك ماذا ينفقون ۵ قل العفو ط (پ ۲ ع ۱۱ البقرہ)

اے رسولؐ آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ خرچ کس قدر کریں۔ تم کہہ دو جو تمہاری جائز ضروریات سے بچ رہے۔

ظاہر ہے کہ جائز اور ضروری اخراجات سے جو بچ جائے اُسے مستحقین میں خرچ کر دینا ہی اس مسئلہ کا واحد حل ہے۔ اہلبیتؑ طاہرین یعنی عترتِ رسول اللہؐ نے اس اصول پر سختی سے بھی کہیں زیادہ عمل کر کے لوگوں کو دکھلایا تاکہ پیروی کرنے میں اگر وہ اُن کے مطابق عمل نہ بھی کر سکیں تو کم از کم (اہلبیتؑ کی نسبت کم عمل کرنے سے) شرطِ عمل تو پوری ہو سکے۔ دیکھئے امیر المومنینؑ جناب سیدہؑ اور حسنینؑ متواتر تین دن سے روزہ رکھ رہے تھے۔ امیر المومنینؑ مزدوری کر کے جَو لاتے رہے۔ سیدہؑ چکی پیس کر آٹے کی روٹیاں بناتیں۔ افطاری کے معاً بعد یتیم و مسکین و اسیر آتے رہے (قرآن) اس میں شک نہیں کہ افطاری کے بعد معصومینؑ خود کھانے کے مستحق تھے مگر انہوں نے تین دن تک اپنا کھانا اپنے سامنے سے اُٹھا کر ان مستحقین کو دے دیا یعنی اپنے پر اُن کو ترجیح دی۔ یہ تھا عمل (یعنی Practice) عترتِ رسولؐ کا۔

اشرفیاں میں لے چکا تو امام حسن عسکری نے ارشاد فرمایا۔ "جس دفینہ کو تو نے تنگ دلی کی وجہ سے اس وقت بچا رکھا ہے۔ یاد رکھ۔ وہ تیری ضرورت کے وقت بھی تیرے کام نہ آیگا۔"

حضرت امام چہارم علی زین العابدین کے پاکیزہ کردار کی ایک جھلک بھی اگر اہلِ اسلام میں پیدا ہو جائے تو کم از کم اسلامی ممالک میں تو کوئی بھوکا آپ کو نظر نہ آئے۔ اہلِ مدینہ کا قول ہے کہ جب تک امام زین العابدین زندہ رہے۔ ہم سے پوشیدہ خیرات کم نہیں ہوئی۔

(نور الابصار ص۱۴۲)

غربا مدینہ اپنا اپنا کھانا پایا کرتے تھے لیکن اُن کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کھانا کہاں سے آتا ہے۔ سفیان کا قول ہے کہ حضرت رات کو روٹیوں کا بورا یا تھیلا خود اپنی پیٹھ پر رکھ کر غرباء میں تقسیم کرتے تھے۔ جب حضرت کی وفات پر آپ کو غسل دینے لگے تو ایک داغ حضرت کی پشت پر نظر آیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے تو معلوم ہوا کہ روزانہ آپ اپنی پشت پر جو بورا کھانے کا اُٹھا کر غرباء میں تقسیم کرتے تھے یہ اُس کا داغ ہے۔ اس طرح حضرت مدینہ کے سو (۱۰۰) خاندانوں کا خرچ چلایا کرتے تھے۔ (نور الابصار ص۱۴۲)

کاش کہ مسلمان "کتاب اللہ و عترت" کی پیروی کو اپنا شعار بنائیں۔ اور زندہ قوموں میں شمار ہو سکیں۔ "کتاب اللہ و عترت" کی پیروی نہ صرف مسلمانوں کو بامِ عروج پر لے جائیگی بلکہ عالمِ انسانیت کو اس سے عظیم فائدے پہنچ سکیں گے۔ اور اس سے امنِ عالم کا حصول نزدیک سے نزدیک تر ہو جائے گا۔ موجودہ بُرائیوں کا اصلی سبب کتاب اللہ و عترت سے چشم پوشی ہے۔

خاندانی قوانین

حکومت پاکستان عالیشان نے ۱۹۵۶ء میں "میرج اینڈ فیملی لاز کمیشن (شادی اور عائلی قوانین کمیشن)" بہ صدارت عزت مآب جسٹس عبدالرشید صاحب بالقابہٖ سابق چیف جسٹس پاکستان مقرر کی۔ جس نے شادی اور عائلی قوانین میں تبدیلیوں کے متعلق اکاون سوالات نشر کر کے تمام مسلمانوں۔ ان کے مذہبی اداروں اور علمائے کرام سے جوابات طلب کئے۔ تاکہ وہ رائج الوقت قوانین میں ان جوابات کی روشنی میں مناسب تبدیلی کی سفارش کرے۔ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں اور اداروں نے یقیناً جوابات اپنے اپنے طریق پر دئیے ہونگے۔ لیکن پاکستانی ملتِ جعفریہ میں سے صرف آپ کے ہر دلعزیز ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان ہی نے یہ سعادت حاصل کی

ماہ ربیع الثانی و جمادی الاوّل کے دن ہیں۔ ان ہر دو مہینوں کی علی الترتیب ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ) اور ۱۵ (جمادی الاوّل ۳۸ھ) کو امام یازدھم حضرت حسن عسکری اور امام چہارم حضرت علی زین العابدینؑ کی ولادت کے دن ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان ہر دو معصومینؑ کی زندگی سے تقسیم مال کے متعلق ان کا کردار پیش کیا جائے تا کہ اس اہم مسئلہ میں ہم اپنا طریق کار مقرر کر سکیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آئمہؑ طاہرین کو ان کے تابعین کی طرف سے مال خمس موصول ہوا کرتا تھا جس کا میزان لاکھوں تک پہنچتا تھا اور یہ کل کی کل رقم امام مستحقین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ سلاطین جور یعنی بنو اُمیّہ و بنو عباس کے عہد میں ادائیگی خمس میں مومنین کو بڑی دقتیں اٹھانی پڑیں پھر بھی کسی نہ کسی راستہ اور طریقہ سے وہ خمس وکلاءؑ کے ذریعے امام وقت تک پہنچاتے رہے۔ حضرت امام حسنؑ عسکری یعنی والد ماجد امامؑ دوران مہدی آخرالزمان سے قبل آخری امامؑ ہیں۔ وصولی خمس میں جس قدر بھی مال و زر آپ تک پہنچتا تھا۔ وہ تمام کا تمام دیگر آئمہؑ کی طرح مستحقین میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ گو یہ سب مال امامؑ ہوتا تھا مگر وصول شدہ خمس میں خود امامؑ اپنا مزید مال شامل کر کے بانٹ دیتے تھے۔ بعض مستحقین یومیہ (روزانہ) کے حساب سے پاتے تھے۔ بعض ماہانہ کے اعتبار سے۔ اکثر وقتی ضرورتوں کے وقت فیض یاب ہوتے اور متعدد بغیر استدعا موردِ الطاف ہوتے تھے۔ یہ وہ تھے جن کو علم امامت کی رو سے امام مستحق سمجھتے تھے ان عطیات کے تحت (ایثار مستورہ) خفیہ خیرات بھی تھی۔ جو تمام آئمہ معصومینؑ (سلام اللہ علیہم اجمعین) کے خاص معمولات میں شامل تھی۔ اس خفیہ خیرات اور عام ایثار میں مومن اور غیر مومن سب ہی شامل ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ اس رقم سے خاص طور پر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی مخصوص پرورش کی جاتی تھی۔ اور ان کی تمام دنیاوی ضرورتیں رفع کی جاتی تھیں۔ کیونکہ اس مقدس خاندان پر سلاطین جور کی سختی کی وجہ سے ان کا کوئی دوسرا ذریعہ و وسیلہ بہت ہی مشکل تھا۔

سرمایہ کو جمع کر کے روک لینے کی مذمت اور عطاء امامؑ کی ایک عمدہ مثال اسمٰعیل ابن محمد کا واقعہ ہے۔ جو اُس کی زبانی کتاب لواعج الاحزان میں درج ہے۔ "میں نے ایک مرتبہ جناب امام حسنؑ عسکری کی خدمت میں جانے کا قصد کیا۔ اس لئے سرِ راہ جا کر بیٹھ گیا۔ آپؑ اُدھر سے گزرے۔ میں نے آگے بڑھ کر اپنی حالت اور حاجت بیان کی اور قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک کوڑی بھی موجود نہیں۔ آپؑ نے میرا کلام سُن کر فرمایا۔ کہ کیوں جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ "کیا تو نے دو سَو ۲۰۰ اشرفیاں زمین میں گاڑ کر نہیں رکھیں۔ خیر میں نے یہ بات اس خیال سے نہیں کہی کہ تجھے کچھ نہ دوں" یہ کہہ کر اپنے ملازم کو اشارہ فرمایا کہ جو کچھ تیری تحویل میں اس وقت موجود ہے وہ اس کو دیدے۔ چنانچہ سَو اشرفیاں فوراً میرے حوالے کر دی گئیں۔ جب وہ

کہ ان کے سرپرست اوّل جناب سلطانِ لسان و قلم جن کی توجہ سے ادارہ قائم ہوا۔ اور ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا۔ یعنی جناب مستطاب معلی القاب علامہ الحاج مرزا احمد علی صاحب نے ان سب سوالات کے مدلل اور صحیح جوابات لکھے۔ اور ادارہ نے ان کو چھپوا کر کمیشن کو بھیجا۔ اور پھر ان کو قوانین شرعیہ (سلسلۂ معارف اسلام نمبر ۲۹) کے نام سے رسالہ کی صورت میں شائع کیا۔ ہماری موجودہ حکومت نے ان کی روشنی میں اور اپنے اختیارات سے "خاندانی قوانین" نافذ کئے ہیں۔ جو ۱۵ رجولائی ۱۹۶۱ء سے ملک میں جاری اور نافذ ہیں۔ آپ کے ادارہ کی مساعی اور حکومت کی توجہ سے جس ظلم کا ازالہ ہوا ہے۔ وہ ۱۳۷۶ سال سے صنف نازک پر آرے کی طرح چل رہا تھا۔ اور اس نے لاکھوں کروڑوں گھروں کو غلط طلاق اور حلالہ کی صورت میں برباد و ویران اور بے شمار انسانوں کی سعادت اور عفت کو ملیا میٹ کیا تھا۔ اللہ کے فضل اور حکومت عالیہ کی توجہ سے وہ ظلم مٹ کر زمانہ مقدسہ کا عدل و انصاف پھر برسرکار آگیا ہے۔

ناظرین کی اطلاع کے لئے پہلے "قوانین شرعیہ" کے ص۱۱ سے ص۱۴ تک سوال ۱ اور اس کا جواب لکھتا ہوں۔ اس کے بعد وہ قانون لکھوں گا جو حکومت عالیہ نے نافذ فرمایا ہے۔ تاکہ آپ حکومت کی دعا گوئی میں مصروف ہوں:۔

"طلاق از جانب شوہر"

سوال ۱۔ اگر شوہر ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیدے۔ کیا اس طلاق کو درست و صحیح اور بائن مانا جائے۔ یا از روئے قرآن تین طہروں میں تین طلاقوں کو لازمی کیا جائے۔

جواب:۔ اگر شوہر ایک ہی دفعہ ایک ہی مجلس میں تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہہ کر اپنی عورت کو طلاق دیدے۔ تو چونکہ اس میں طلاق کی کوئی شرط بھی پوری نہیں ہوئی۔ یہ فعل لغو ہوا اور ایک طلاق بھی نہ ہوئی۔ اس لئے ایسی طلاق کو درست نہ مانا جائے۔

اگر عورت کو باقاعدہ طلاق دی جائے اور صیغۂ طلاق کو سو دفعہ بھی کہا جائے تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگا اور وہ رجعی ہوگا۔ جس میں عدت کے اندر خاوند کو حق رجوع بغیر جدید نکاح کے اور عدت کے بعد نکاح جدید کے ساتھ حاصل ہوگا۔ اسی طرح دوسری باقاعدہ طلاق بھی رجعی ہوگی۔ اگر کوئی شخص ایسی طلاقوں کو بائن قرار دے اور حلالے سے ایسی عورت کو پہلے خاوند کے لئے جائز بنا دے۔ تو ان دونوں فعلوں کو جرم قرار دیا جائے۔ قرآن کریم پ۲ میں ارشاد ہے۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (طلاق "رجعی" دو بار ہے پھر روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا

(باقی ص۲۲ پر)

"کتاب اللہ"

عترتِ رسول اللہ کی زبانی

از امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام

ثم انزل علیه الکتاب نوراً لا تطفأ مصابیحه وسراجاً لا یخبو توقده، وبحراً لا یدرك قعره، ومنهاجاً لا یضل نهجه، وشعاعاً لا یظلم ضوؤه، وفرقاناً لا یخمد برهانه، وتبیاناً لا تهدم ارکانه، وشفاءً لا تخشی اسقامه، وعزاً لا تهزم انصاره، وحقاً لا تخذل اعوانه، فهو معدن الایمان وبحبوحته، وینابیع العلم وبحوره، ورياض العدل وغدرانه، واثافی الاسلام وبنیانه، واودیة الحق وغیطانه۔ وبحر لا ینزفه المستنزفون، وعیون لا ینضبها الماتحون ومناهل

پھر آپ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے۔ جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی۔ ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں لگائی جا سکتی۔ ایسی شاہراہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی ایسی کرن ہے جس کی پھوٹ مدھم نہیں پڑتی۔ وہ ایسا (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے جس کے ستون منہدم نہیں کئے جا سکتے وہ سراسر شفا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے بیماریوں کا کھٹکا نہیں وہ سرتاسر عزت و غلبہ ہے جس کے یار و مددگار شکست نہیں کھاتے وہ سراپا حق ہے جس کے معین و معاون بے مدد چھوڑے نہیں جاتے وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں۔ اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں وہ اسلام کا سنگِ بنیاد اور اس کی اساس ہے حق کی وادی اور

لا ينضبها الواردون، ومنازل
لا يضل نهجها المسافرون،
واعلام لا يعمى عنها السائرون
وآكام لا يجوز عنها القاصدون
جعله الله ريا لعطش
العلماء، وربيعا لقلوب
الفقهاء، ومحاج لطرق
الصلحاء، ودواء ليس بعده
داء، ونورا ليس
معه ظلمة، وحبلا
وثيقا عروته، ومعقلا
منيعا ذروته، وعزا
لمن تولاه، وسلما
لمن دخله، وهدى
لمن ائتم به، وعذرا
لمن انتحله، وبرهانا
لمن تكلم به، وشاهدا
لمن خاصم به، و
فلجا لمن حاج به،
وحاملا لمن حمله،
ومطية لمن اعمله،
وآية لمن توسم،
وجنة لمن استلام۔ و
علما لمن وعى، وحديثا
لمن روى، وحكما لمن
قضى۔

(نہج البلاغۃ)

اُس کا ہموار میدان ہے وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی اُلیچنے والے اُسے خشک نہیں کر سکتے وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اُس پر اُترنے والوں سے اُس کا پانی گھٹ نہیں سکتا وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے۔ اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لئے سیرابی فقیہوں کے دلوں کے لئے بہار اور نیکوں کی رہگزر کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے۔ یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے جو اس سے وابستہ ہو اس کے لئے سرمایۂ عزت ہے جو اس کی حدود میں داخل ہو اس کے لئے پیغام صلح و امن ہے۔ جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے ہدایت ہے جو اسے اپنی طرف نسبت دے اُس کے لئے حجت ہے جو اس کی رو سے بات کرے اُس کے لئے دلیل و برہان ہے جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کے لئے گواہ ہے جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اُس کے لئے فتح و کامرانی ہے۔ جو اُس کا بار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے جو اسے اپنا دستور العمل بنائے اس کے لئے مرکب تیز گام ہے یہ حقیقت شناس کے لئے ایک واضح نشان ہے (جو ضلالت سے بچاؤ کے لئے) سلاح بند ہو اس کیلئے سپر ہے جو اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھے اس کیلئے علم و دانش ہے۔ بیان کرنے والے کیلئے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کے لئے قطعی حکم ہے۔ (ترجمہ: مفتی جعفر حسینؒ)

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اثرِ حضرت اثر صہبائی مدظلہٗ

•

قرارِ دل و جاں خیالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بہشتِ نظر ہے جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غبارِ رہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگِ گیتی
جبینِ فلک پائمالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گدازِ محبت ضیائے بصیرت
یہ حالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ قالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نثار اس پہ حق اہرمن اس سے لرزاں
جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اک بحرِ جود و سخاوت
گہر ہائے خوش آب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثانی ہُوا ہے نہ ہوگا
ہوئی ہے نہ ہوگی مثالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

•

حسین علیہ السلام کا جواب دے

اثر حضرت عاشق نظامی مدظلہ چیف ایڈیٹر مجاہد لاہور

مرا سوال ایک ہے جواب باصواب دے
ہزار بار سوچ لے یہ ضد نہیں شتاب دے
مجبور ہے جو علم پر سخن کا انتخاب دے
حدیث مستند نہیں تو پھر کوئی کتاب دے
حسینؑ کا جواب لا حسینؑ کا جواب دے

نظر نظر ادھر ادھر نہاں نہاں عیاں عیاں
زمیں زمیں فلک فلک زماں زماں مکاں مکاں
حسینؑ سا نہیں کوئی حسینؑ سا کوئی کہاں
برے کلام پہ اگر ہے قیل و قال و این و آں
حسینؑ کا جواب لا حسینؑ کا جواب دے

جہاں حریص بیش و کم ہیں وہ مقام اور ہے
جہاں اسیر قحط غم ہیں وہ مقام اور ہے
جہاں خرد کے پیچ و خم ہیں وہ مقام اور ہے
جہاں حسینؑ کے قدم ہیں وہ مقام اور ہے
حسینؑ کا جواب لا حسینؑ کا جواب دے

ازل کے دن سے آج تک کی داستان اور ہے
حدیث کربلا الگ ہے اس کی شان اور ہے
حسینؑ جس پہ مٹ گئے وہ آن بان اور ہے
سخن کے مدعی اگر تجھے گمان اور ہے
حسینؑ کا جواب لا حسینؑ کا جواب دے

نہ فلسفی سے بحث ہے نہ منطقی سے بحث ہے
نہ مدعی سے بحث ہے نہ مولوی سے بحث ہے
نہ دوستی سے بحث ہے نہ دشمنی سے بحث ہے
مگر دلیل مستند پہ منصفی سے بحث ہے
حسینؑ کا جواب لا حسینؑ کا جواب دے

سلام

از استاد الفن حضرت سہیل بلگرامی - مدظلہٗ

دنیا نے مل کے لاکھ بجھانے بجھے نہیں
ایسے چراغ دہر میں اب تک جلے نہیں

باطل کی یوں تو حق سے رہی کشمکش مدام
بدلا کئے نظام قبیلے جھکے نہیں

قائم کیا حسینؑ نے معیار زندگی
سرکش نے خود جھکا دیا سر پہ جھکے نہیں

سوکھے ہوئے شجر بھی یہاں بار ور ہوئے
باطل کے نخل پھول تو لائے پھلے نہیں

کیا جنگ تھی ہزار پہ بھاری تھے دو صغیر
بچے تو کیا جواں کبھی ایسے لڑے نہیں

تیغوں میں تھی کچھ ایسی روانی کہ الاماں
اس باڑھ پر جو آئے شناور تھے، نہیں

ہفتم سے تھے گھرے ہوئے گنتی کے تشنہ کام
لیکن جبین عزم پہ بل تک پڑے نہیں

کثرت پہ چھا گئے تھے مجاہد دم جہاد
ان کی زمیں ہلی یہ بہتر (۷۲) ہلے نہیں

اُف رے ثبات جم گئے جس جا پڑے قدم
ٹلنے کو موت ٹل گئی لیکن ٹلے نہیں

اسلام کی مہم میں بھرا گھر لٹا دیا
احساں وہ رکھ دیا جو اٹھائے اٹھے نہیں

دیکھی سہیل شان شہیدانِ کربلا
مٹنے پہ بھی نشان کسی کے مٹے نہیں

ہم لوگ

فکرِ سیّد وحید الحسن صاحب ہاشمی ایم ۔ اے مدظلہ

۱ ۔ کوثر کے نہ جنت کے طلبگار ہیں ہم لوگ
مظلومیٔ شبیرؑ کے غم خوار ہیں ہم لوگ

۲ ۔ ایمان کی مجلس کے لئے اِک گلِ تازہ
اغیار کی محفل کے لئے خار ہیں ہم لوگ

۳ ۔ مردانِ مودّت کے لئے موم کی صورت
سنگ دل اعدا ہو تو تلوار ہیں ہم لوگ

۴ ۔ اُٹھتے ہیں تو ہلتے ہیں جوانوں کے کلیجے
کہنے کے لئے بیکس و لاچار ہیں ہم لوگ

۵ ۔ پتھر ہے وہ دل جس میں نہ ہو درد کی لذت
یہ شکر کی جا ہے کہ عزادار ہیں ہم لوگ

۶ ۔ یہ سچ ہے کہ ہر دور نے لوٹا ہے ہمیں کو
باطل سے مگر برسرِ پیکار ہیں ہم لوگ

۷ ۔ سن لو کہ عزاداریٔ شبیرؑ کی خاطر
وقت آئے تو مرنے کو بھی تیار ہیں ہم لوگ

۸ ۔ شبیرِؑ کے ہاتھوں سے جو چمکی تھی وغا میں
اس عرش کے تلوار کی جھنکار ہیں ہم لوگ

۹ ۔ کافر کے لئے زہر منافق کے لئے قہر
مومن کے لئے ابر گہر بار ہیں ہم لوگ

اسلام اور سرمایہ داری

از آقائے احمد عباس مدظلہ، نجف اشرف، عراق

اسلام زرداری اور زر پرستی کا بھی دشمن ہے بالکل اسی طرح جس طرح اشتراکیت کا دشمن ہے لیکن آج کی دنیا کو اسلام اور سرمایہ داری میں کچھ بہت زیادہ فرق محسوس نہیں ہوتا۔ خصوصاً اسلام میں انفرادی ملکیت کا جواز اور معاشرہ میں رزق و مال کے تفاوت کا وجود وغیرہ سنجیدہ لوگوں کو سرمایہ داری کا ایک پہلو نظر آتا ہے۔ خصوصاً جب ان کی نظریں ان مندرجہ ذیل آیتوں پر پڑتی ہیں تو ان کے نظریے میں اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔

"اور وہی تو وہ خدا ہے جس نے تمہیں زمین میں اپنا نائب بنایا اور تم میں سے بعض کے بعض پر درجے بلند کئے تاکہ جو نعمتیں تمہیں دی ہیں اس میں تمہارا امتحان کرے۔ اس میں شک ہی نہیں کہ تمہارا پروردگار بہت جلد عذاب کرنے والا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔" (سورہ انعام)

"اور خدا ہی نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (دولت) میں ترجیح دی پھر جن لوگوں کو روزی زیادہ دی گئی ہے۔ وہ لوگ اپنی روزی میں سے ان لوگوں پر جن پر ان کا دسترس ہے (لونڈی۔ غلام وغیرہ) دینے والے نہیں حالانکہ اس مال میں تو سب کے سب (مالک و غلام وغیرہ) برابر ہیں۔ تو کیا یہ لوگ خدا کے منکر ہیں۔"

(سورہ نحل)

"کیا یہ لوگ تمہارے رب کی رحمت کو اپنے طور پر بانٹتے ہیں۔ ہم نے تو ان کے درمیان ان کی روزی دنیاوی زندگی میں بانٹ دی ہے۔ اور ایک سے دوسرے پر درجے بلند کئے ہیں۔ تاکہ ان میں کا ایک دوسرے سے خدمت لے۔ اور جو مال و متاع یہ لوگ جمع کرتے ہیں خدا کی رحمت (پیغمبرؐ) اس سے کہیں بہتر ہے۔"

(سورۃ زخرف)

اس قسم کی آیتوں سے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ اسلام طبقات کی تقسیم کرتا ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ یہ آئین اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ افراد رزقوں اور مالوں میں ایک دوسرے سے امتیاز رکھتے ہیں۔ اور معاشرے میں ایک دوسرے سے متفاوت ہیں ——— اس معاشرے میں جس میں ایک فرد زندگی بسر کرتا ہے ——— اور یہ تفاوت اور امتیازات ایک آزاد باشعور اور ذی حس انسان کی فعال قوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ بات قابل قبول بھی ہے کہ وہ انسان جو اپنے بازوؤں کے کس بل اور اپنی جسم کی قوت صرف کر کے اپنا پیٹ پالتا ہے وہ ایک ایسے آدمی سے جو کاہل، ناکارہ اور بے عزم ہو فطری حیثیت سے بدرجہا بہتر ہے ——— لیکن اسلامی معاشرہ میں یہ بہتری اور بدتری کسی نظام طبقات کو خلق نہیں کرتی بلکہ اپنے اپنے مساعی اور مشاغل کے نتیجہ کے طور پر تفاوت اور امتیازات پیدا کر دیتا ہے۔ اور قرآن اپنی آیتوں میں اس زاویے کا اثبات کرتا ہے لیکن یہ سوچ کر کہ یہ تفاوت بڑھتے بڑھتے کسی طبقاتی کشمکش میں تبدیل نہ ہو جائے اس نے فوراً اس تفاوت اور امتیاز کی حدبندی کر دی کہ میدان عمل میں اس کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی۔ اس لئے دوسرے مقامات پر ہمیں ایسی بھی آیتیں نظر آتی ہیں، جو سرمایہ دارانہ نظام کی مخالف ہیں۔ اور افراد کو میدان حیات میں مساوی حقوق ادا کرتی ہیں اور جاہ و مال کو اہمیت نہیں دیتیں۔

"اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت دار وہی شخص ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔" (سورۃ الحجرات)

"اور یاد رکھو تمہارے مال اور تمہاری اولاد کی یہ حیثیت نہیں کہ تم کو ہماری بارگاہ میں مقرب بنا دیں مگر (ہاں) جس نے ایمان قبول کیا اور اچھے (اچھے) کام کئے ان لوگوں کے لئے تو ان کی کارگزاریوں کی دوہری جزا ہے اور وہ لوگ دہشت کے جھروکوں میں اطمینان سے رہیں گے۔" (سورۃ السبا)

"جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو تو ہم اس کو اس میں سے دیں گے مگر آخرت میں پھر اس کا حصہ نہ ہو گا۔" (سورۃ شوریٰ)

ان آیتوں سے ہمیں مال کے اثرات، استعمال اور اہمیت کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر معلوم ہو گیا۔ لیکن مال کے سلسلہ میں اسلام کے تصورات بُرے نہیں بلکہ اس کے نتائج جو اس سے ظاہر ہوتے ہیں اسے بُرا بنا دیتے ہیں اور مال تو پانی کی مثل ہے۔

"اور اے رسولؐ ان سے دنیا کی زندگانی کی مثل بھی بیان کر دو کہ اس کی حالت اس

پانی کی سی ہے جیسے ہم نے آسمان سے برسایا۔" (سورہ کہف)

جس طرح سے پانی کو قرار نہیں اسی طرح سے دنیا کو اور جو کچھ اس میں ہے قرار نہیں ہے اور جس طرح تھوڑا سا پانی کفایت بخش اور زیادہ مضر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بقدر کفایت دنیا مفید اور زیادہ مضر ہو جاتی ہے۔ اور جس طرح پانی سے زرخیز اور بنجر زمینوں کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ اسی طرح مال سے سخی اور بخیل میں تمیز کی جاتی ہے۔ اور جس طرح پانی کی زیادتی کھیتوں کو برباد کر دیتی ہے۔ اسی طرح مال کی کثرت دلوں کو فاسد بنا دیتی ہے۔

افراد کے درمیان اقتصادی طبقات انسانی فطرت کا ناگزیر تقاضہ ہیں جن کا وجود انسان کو بشری سعادتوں کی راہوں کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ تاکہ ہر شخص اور ہر فرد اپنے معاشرے میں اپنی منزل اور اپنی حیثیت کا صحیح تعین اور صحیح معرفت حاصل کر سکے۔ معاشرہ جب ایک شخص کو حاکم کی حیثیت سے متعارف کراتا ہے تو دوسرے افراد پر اس کی اطاعت اور اس کے حکم کا نفاذ ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح علم کی ایک اجتماعی حیثیت ہے جس سے دوسرے مستفید ہوں اور درس لے سکیں۔ اور یوں ہی اجتماعی زندگی میں ہر شخص کی حیثیت ایک ایسے انسانی روابط ہیں جو تمدن کے فطری بنیادوں پر قائم کئے گئے ہیں۔ لیکن اسلام میں طبقات کے اس اعتراف کو سرمایہ داری کا سنگ بنیاد قرار نہیں دیا گیا۔ جو سرمایہ دارانہ ماحول کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اسلام سرمایہ داری کا کیونکر اعتراف کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود ایک سے زیادہ جگہوں پر سرمایہ داری کی حقیقتوں سے نقاب کشائی کرتا ہے۔

"انسان جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔" (سورہ علق)

"اور دنیاوی زندگی تو کھیل تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ آخرت کا گھر (بہشت) پرہیزگاروں کے لئے بدرجہا بہتر ہے۔" (سورۃ انعام)

اور پھر زر کی تقسیم کے طریقے بتا کر سرمایہ داری کے طغیان کو روکنا چاہتا ہے۔

"کیا ان لوگوں نے اتنا بھی نہیں جانا کہ یقیناً خدا ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی خیراتیں بھی لیتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔"

(سورۃ توبہ)

"اور یہ لوگ میراث کے مال اور حلال و حرام کو سمیٹ کر کھا جاتے ہیں اور مال کو بہت عزیز رکھتے ہیں۔" (سورہ فجر)

"یہ لوگ اس سے پہلے دنیا میں بڑے سرمایہ دار تھے اور بڑے گناہ و شرک پر اڑے ہوئے تھے۔" (سورہ واقعہ)

سرمایہ داری کے سلسلہ میں یہ ہے۔ اسلام کا نقطۂ نظر، کیا اس کے بعد یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسلام دنیا میں سرمایہ داری کا فروغ چاہتا ہے۔ اور اس کا نظام سرمایہ دارانہ بنیادوں پر استوار ہے؟ نہیں! ایسا ہرگز نہیں بلکہ اسلام سرمایہ داری کا بالکل اسی طرح مخالف اور دشمن ہے جس طرح اشتراکیت کا مخالف ہے۔ ؎

؎ اسلام میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر سرمایہ حاصل کرنے کی مخالفت نہیں کیونکہ صلاحیتوں سے فائدہ نہ اٹھانا خلافِ فطرت ہے۔ بشرطیکہ ان صلاحیتوں سے جائز طریقہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ایک آدمی زیادہ محنت کر کے اگر زیادہ کما لیتا ہے تو اس کے لئے اسلام میں کوئی پابندی نہیں۔ پابندی جو ہے۔ تو سرمایہ کے استعمال پہ ہے اور یہی اسلام کی خوبی ہے۔ سرمایہ کو باندھ کر جمع رکھنا اسلام میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ اور اس کے متعلق پسندیدہ عمل کیا ہے؟ ارشاد ہے:۔

و یسئلونک ماذا ینفقون ۵ قل العفو ۵

(قرآن پ ۲ ع ۱۱)

"یعنی اے نبی ص۔ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کس قدر خرچ کریں۔ تم کہہ دو کہ جو کچھ تمہاری جائز ضرورت سے بچ جائے۔ وہ سب راہِ خدا میں خرچ کر دو۔" (مدیر اعزازی)

(بقیہ "فکرِ مذہب، اقبال اور ہم سب" صفحہ ۳۲ سے آگے)

کچھ نہیں نکالتے ——— حسینی قلندر اشد حُبًا للہ کے مساوی حُبِ حسینؑ کو جانتا ہے۔ الا اللہ سے مراد اتباعِ حسینؑ کو لیتا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا۔ اے اہلبیتؑ آپ کی محبت قرآن میں فرض ہے۔

کفاکم من عظیم القدر انکم ۔ من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

اہلبیتؑ عترت آپ کے عظیم القدر ہونے میں یہی کافی ہے کہ آپ پر درود کے بغیر نمازی کی نماز نہیں ہو پاتی۔ (درمنثور)

مگر ملتِ جعفریہ کا ایمان یہ ہے:۔

بے حبِ اہلبیتؑ عبادت حرام ہے ۔ زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

روزہ نماز حج یہ سب فرضِ عین ہے ۔ جنت ملی اسے جو محبِ حسینؑ ہے

اسمِ اعظم کی تلاش

از مبلغِ اسلام حکیم سید سرفراز حسین صاحب مدظلہٗ

جلوہ نہ ہو معنی کا تو صورت کا اثر کیا
بلبل گلِ تصویر کا شیدا نہیں ہوتا

٭

بلاشبہ آگ جلانے والی شے ہے مگر جب کچھ موانع موجود ہوں اور موانع مفقود تب ہی جلنے اور جلانے کا عمل سرانجام پاتا ہے۔ اگر کچھ فاصلہ پر آگ رکھ دی جائے۔ ظاہر ہے وہ شے نہیں جلے گی جب تک قرب واتصال نہ ہو۔ اور وہ خود جلنے والی چیز ہو ورنہ آگ نہیں جلا سکے گی۔ دوسرے آکسیجن بھی ملتی رہے اور خشک بھی ہو۔ اس لئے ان میں سے بعض یا کل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ آگ کا فعل بیکار و بے سود ہوگا۔ اگرچہ آگ میں یہ وصف پایا جاتا ہے کہ جلا ڈالے اور یہی نظامِ اسباب قدرت ہر شے میں جاری و ساری ہے۔

ظاہر ہے کہ ہر شے کا استعمال برمحل اور عندالضرورت مناسب طریق سے بہتر ثابت ہوا کرتا ہے جیسا کہ سنکھیا زہرِ قاتل ضرور ہے۔ لیکن جب طبیب حاذق تدبیر کے بعد استعمال میں لاتا ہے تو یہی سنکھیا امراضِ انسانی کے لئے تریاقِ اعظم ہی نہیں بلکہ بمنزلہ اکسیر اور ممد حیات ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سنکھیا میں ہلاک کرنے کی قوت رکھی ہے۔ اب بہترین سنکھیا ہی وہ ہے جس میں یہی خاصیت محفوظ ہو اور ہلاک کر دینے کی صفت بدرجۂ اتم ہو۔ لیکن اگر کوئی طبیب سنکھیا کو اکسیر بنانے کے اصول و قواعد میں غلطی کر جائے تو اکسیر ٹھیک نہ بنے گی۔ اس کے استعمال سے مرض تو کیا مریض بھی نہ رہے گا۔ چہ جائیکہ عام پانی کو ہی کامل غور سے صاف نہ کر کے پیا جائے اور بہتر طریقہ سے نہ استعمال کیا جائے تو مضرِ صحت ہوتا ہے۔ حالانکہ پانی کے مفید اور صحت بخش و مدارِ حیات ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔

حقیقتاً امراض کے ازالہ کے لئے معالج کے تجویز کردہ نسخہ کو نہایت حزم و احتیاط اور مجوزہ طریقہ سے استعمال کرنا ضروری ہے۔ ورنہ مرض سے نجات مشکل ہے۔ اسی طرح معالج ہی کی غلط تجویز اور دستورِ مقرر

سے شفا نہیں مل سکتی خواہ آپ نسخہ کو صحیح طور پر ہی استعمال فرمائیں۔

اب کیا کہنا روحانی امراض اور مصائب و آلام اور پریشانیوں کے تدارک کے نسخہ کا جس کے اصول و قواعد کی مطابقت اور تائید میں ترمیم و اضافہ کر دیا جائے۔ اور اس کے منوانے میں کھینچا تانی سے کام لیا جائے مبنی بر حقائق نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اصل طریقہ اپنے مقام پر کس قدر بہتر اور مفید ہے۔ لیکن کلام تو اس امر میں ہے کہ اس اصول کو کہاں تک اپنایا گیا ہے۔

اصول اگر بہتر ہے تو اس سے ہر نسخہ اور تجویز کو پرکھا جا سکتا ہے۔ یقیناً اس اصول کی تائید ہو جائے گی۔ اور اگر نتیجہ مطابق واقعہ نہیں یا کمی بیشی سے کام لے کر مطابقت پیدا کر لی جائے تو یہ بات ضرور ہوگی کہ اصول غلط ہے یا اپنی غلطی ہے اور ہماری سمجھ بوجھ سے بالاتر امور بھی ہو سکتے ہیں لیکن یہ بھی تو خلاف عدل ہے کہ بے جا امور کو معقولات میں داخل کر لیا جائے خواہ دامن حقائق ہاتھ سے جاتا رہے۔ صرف اس لئے تاکہ بات رہ جائے۔ جبکہ اکثر لوگ پہلے ہی روحانیات سے نابلد اور معاذ اللہ مضحکہ تصور کرتے ہیں۔ تو ان کے زعم باطل کی تقویت کے امکانات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اب زیر نظر اقتباسات قابل لحاظ ہیں۔

اخبار "درنجف" شمارہ ۲۲ بابت ۲۴ جون ۱۹۶۰ء صفحہ ۶ زیر عنوان "میری زندگی کا ایک واقعہ" بحوالہ "چٹان" لاہور محترم جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب کا ایک مضمون شائع کیا گیا تھا جس میں آپ نے غم و پریشانی اور فکر و فاقہ دور کرنے کا درج ذیل نسخہ بیان فرمایا تھا:۔

"علاج۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام علم جفر، رمل وغیرہ میں بھی ماہر تھے۔ آپ نے ایسے لوگوں کے لئے جنہیں فلکی اثرات نے بے دست و پا بنا رکھا ہو ایک نہایت عمدہ نسخہ تجویز کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

نام کے اعداد بحساب ابجد نکالئے پھر اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایسے انتخاب کیجئے جن کی میزان اعداد آپ کے اعداد کے برابر ہو۔"

اس کے بعد آپ نے مثال سے واضح فرما کر ورد کرنے کی ترکیب تحریر فرمائی ہے اور اپنے اور دیگر احباب کے تجربات سے تائید فرمائی۔ کہ بیماریاں، مصیبتیں اور پریشانیاں ان کا پیچھا چھوڑ گئیں اور سکون و اطمینان حاصل کر چکے۔

جہاں تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیان فرمودہ طریقہ سے تعلق ہے۔ کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ نے (یعنی برق صاحب نے) مذکورہ طریقہ پر مزید غور و فکر کا نتیجہ بیان کیا اور اپنے استنباط و استخراج کو پیش فرمایا ہے۔ وہ ضرور محل فکر ہے اور ارباب علم و فن کی توجہ کے لئے پیش ہے۔ جناب برق صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور یہ وِرد :- ایک روز نماز کے دوران میں خیال آیا کہ اگر یہ ورد اتنی بڑی چیز ہے تو حضورؐ پُرنور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی کرتے ہوں گے۔ بعد از نماز حساب لگانے بیٹھا تو چند لمحات میں یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ حضورؐ (اور ہم بھی) سجدے میں سبحان ربّی الاعلیٰ کا ورد فرمایا کرتے تھے۔ اس ورد میں "ربّی" کی "یا" زائد ہے۔ کیونکہ اللہ کا نام "رب" ہے "ربّی" نہیں۔ ان کے اسماء کے اعداد یہ ہیں۔

سبحان ۱۲۱ = رب ۲۰۲ = اعلا ۱۰۲ = میزان ۴۲۵

محمد ۹۲ = رسول ۲۹۶ = اللہ ۳۷ = میزان ۴۲۵"

درحقیقت آپ نے مذکورہ نسخہ کی تائید میں مطابقت ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اگرچہ آپ کو اس کے لئے مسلّمات ہی کیوں نہ ترک کرنا پڑے۔ آپ نے "ربّی" کی "یا" کو خارج کر دیا۔ صرف اس لئے کہ مطلوبہ میزان حسب منشا حاصل ہو سکے۔ لیکن علمائے فن نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہوا ہے کہ جو حروف لکھنے میں آتے ہیں اُن کے اعداد بحساب ابجد حاصل کئے جائیں کسی بھی حالت میں ترک لازم نہیں۔

دوسرے آپ نے "الاعلیٰ" میں سے "ال" ماقبل بھی خارج کر کے یوں مطلوبہ میزان کو حاصل فرمایا حالانکہ ہر لفظ کے ماقبل "ال" کے اعداد بھی علماء جفر نے شمار کئے ہیں۔ ترک نہیں فرمایا۔ جیسا کہ عوام میں بھی یہ طریقہ رائج ہے۔ کہ بجائے عربی عبارت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اس کا مجموعہ اعداد ۷۸۶ ابتداء میں تحریر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اعداد "۷۸۶" اُسی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ "الرحمٰن" اور "الرحیم" ہر دو کے ماقبل "ال" کے اعداد بھی شامل کر لئے جاتے ہیں۔ بصورت دیگر یہ مجموعہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جناب برقؔ صاحب نے اپنے مطلب کو نبھانے کے لئے "الاعلیٰ" کے ماقبل "ال" کو خارج کر دیا جو قطعی اصول کے خلاف ہے۔

تیسرے "الاعلیٰ" کے مابعد "یا" کو "الف" سے بدل دیا اور "اعلا" لکھا۔ اس بارہ میں بھی اساتذہ فن نے یہ قانون مقرر فرمایا ہے۔ کہ "یا" کو "الف" سے نہیں بدلا جاتا۔ بلکہ جیسا کہ مکتوبی شکل ہوتی ہے اس ہی کے اعداد و شمار کئے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کے اسماء میں "یا" کے اعداد لئے جاتے ہیں نہ کہ "الف" سے بدلا جاتا ہے۔

جناب برقؔ صاحب نے "ربّی" سے "یا" اور "الاعلیٰ" سے "ال" خارج کر دیا اور "یا" کو "الف" سے بدل کر یوں میزان ۴۲۵ حاصل فرما کر تطبیق دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ جو کہ

اصول کے لحاظ سے قطعی غلط ہے۔ اصل میزان درج ذیل ہے:۔

سبحان ۱۲۱ = ربی ۲۱۲ = الاعلیٰ ۱۴۱ = میزان ۴۷۵

اسی طرح آپ نے محمد رسول اللہ کے اعداد ۴۲۵ حاصل فرمائے۔ اور "اللہ" کے اعداد ۳۷ شمار کئے ہیں تاکہ ہر دو میزان بالا آپس میں کسی نہ کسی طرح مطابق ہو جائے پس مطابقت برابری کے لئے خلافِ اصول آپ نے "اللہ" میں "ا" "ل" "ا" "ہ" کو شمار کر کے یہ اعداد حاصل فرمائے جو جمہور علماء جفر کے مخالف ہے۔ جبکہ سب بزرگوں نے "اللہ" میں دو "ل" شمار کر کے کل اعداد ۶۶ بتلائے ہیں۔ اس اعتبار سے "محمد رسول اللہ" کے اعداد حسب ذیل حاصل ہوتے ہیں:۔

محمد ۹۲ = رسول ۲۹۶ = اللہ ۶۶ = میزان ۴۵۴

یاد رہے کہ اگر "اللہ" کے اعداد حسب تحریر جناب برق صاحب ۳۷ شمار کرلئے جائیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد بھی ۷۸۶ حاصل نہیں ہو سکتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام حکیم روحانی تھے اور آپ نے مختلف بابرکت نسخے فلکی اثرات و پریشانی دور کرنے کے بیان فرمائے ہیں جن سے مخلوقِ خدا فیضیاب ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

سب سے اول دعا حضرت آدم علیہ السلام نے مانگی ہے اور سب سے اول مخلوق حضرت رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیح کا ورد فرمایا ہے انشاء اللہ بشرط فرصت آئندہ کسی شمارہ میں اصولی اور صحیح طریقہ استخراج اسماء برائے افادہ عوام پیش کیا جائیگا۔ اس طریقہ سے آپ پر روشن ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جن کلمات کے توسل سے دعا مانگی تھی آپس میں ان کے نام اور کلمات کے اعداد بالکل مطابق ہوتے ہیں اور جناب ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مذکورہ تسبیح کے اعداد بلا کسی ترمیم و اضافہ اُتنے ہی شمار میں آتے ہیں جو آپؐ کے اسم مبارک سے حاصل ہوتے ہیں اور اس طرح سے ہر شخص مناسب حال اسماء باری تعالےٰ سے انتخاب کر کے اپنی مراد بھی حاصل کر لیتا ہے اور پریشانی و تکالیف سے چھٹکارا پا لیتا ہے۔

فی الحال آپ کی سہولت کے لئے یہ خدمت انجام دی جا رہی ہے کہ آپ درج ذیل پتہ پر جوابی لفافہ ارسال فرما کر یا خود تشریف لا کر اسماء باری تعالےٰ حاصل فرمائیں۔

(بیت الحکمت۔ رفعت منزل۔ پریم نگر۔ راجگڑھ روڈ۔ لاہور)

وما علینا الا البلاغ المبین

بقیہ :- "فکرِ مذہب، اقبالؒ اور ہم سب"

میں تیار ہو تیار۔ مگر جب الا اللہ سامنے آتا ہے تو خدا کی بجائے امام حسینؑ کو سامنے لے آتا ہے۔ اور اصل تو لا اللہ تعالےٰ نے وہ محبت و اطاعت حسینؑ کو جانتا ہے۔ کیونکہ توحید کو سلامت اور زندہ قوت رکھنے کے لئے امام حسینؑ بن علیؑ (علیہما السلام) نے اپنے خاک و خون سے آبیاری کی۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوانِ نجاتِ ما نوشت

ایمانِ بالتوحید (APPLIED FORM) کا عنوان اور شرحی حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔

"نقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حسینؑ"

حسینی ملنگ "قل ھو اللہ احد" کے بانگی امام حسین علیہ السلام کو اپنا پیرو مرشد مانتے اور نیاز حسین مانگتے ہیں۔ درود بر محمدؐ و آلِ محمدؐ ان کا ورد ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ صلوٰۃ ہے جو اللہ اور ملائکہ پڑھتے ہیں۔

ان اللہ و ملٰئکۃ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔

(احزاب پ ۲۲)

یعنی بے شک اللہ اور اللہ کے ملائکہ نبیؐ پر صلوات بھیجتے ہیں۔ اے ایمان لانے لوگو! تم بھی نبیؐ پر صلوات بھیجو اور سلام بھی جیسا سلام بھیجنے کا حق ہے ———

آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ صلوٰت و سلام تسلیما اللھم صل علی محمدؐ و ال محمدؐ ہے۔

پس حسینی ملنگوں کا ورد اللھم صل علی محمد و ال محمدؐ اور ان کا جہاد نام حسینؑ کی بلندی ہے۔ جب بھی حسینؑ کا نام مٹانے کی کوشش ہو۔ تو وہ کمر بستہ جہاد۔ لباس ان کا سیاہ جیسے نقل غلافِ کعبہ۔ اور بیمار کربلا اور گرفتار کرب و بلا۔ حضرت سید الساجدینؑ ابن حسینؑ کی تاسی میں زنجیروں اور طوق و بیڑیوں میں خود کو جکڑے رکھتے ہیں۔

قلندر اور حسینی ملنگ کی معرفت و عمل کے صحیح و غلط ہونے کے سلسلے میں ہم زبانِ قلم سے

باقی صفحہ ۱۰۴ پر

بقیہ : گفتنی ها

(صفحہ ۸ سے آگے)

چھوڑ دینا ہے نیکی کے ساتھ) فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (اگر باقاعدہ طور پر اپنی عورت کو تیسری دفعہ طلاق دے۔ تو اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔ جب تک وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرلے۔ اور مطلوبہ نکاح حاصل نہ ہو جائے اور پھر نیا خاوند اپنی مرضی سے کبھی اسے طلاق دیدے۔

مذہب شیعہ کا بالاتفاق اسی پر عمل ہے۔ مثلاً تہذیب الاحکام۔ کتاب الطلاق ص۲ ملاحظہ کریں۔ من طلق امراۃ بشرائط الطلاق ثلاث تطلیقات فی موضع وقعت واحدۃ منھا واثنتان باطلتان ویدل علی ذالک ما رواہ .... قال سالتہ عن الذی یطلق فی حال طھر فی مجلس ثلاثا قال ھی واحدۃ ۔ اگر کوئی خاوند اپنی عورت کو حالت طہر میں (شاہدین عادلین کے سامنے) ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے تو وہ باطل ہو جاتی ہیں اور ایک ہی واقع ہوتی ہے۔ اسی لئے ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور نے اپنے رسالہ "ازدواجی زندگی کے لئے قانونی تجاویز" کے ص۴ پر یہ سفارش کی ہے:۔

(۲) اگر بیک مجلس تین یا زیادہ طلاقیں دی جائیں تو اسے رجعی ہی قرار دیا جائے یا فقہ شیعہ کی طرح اسے طلاق لغو قرار دیا جائے۔ یعنی وہ ایک طلاق بھی نہیں ہوتی۔ اس کی اصلیت ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کی بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب من اجاز الطلاق الثلاث ص۷۹۱ حاشیہ ۲ میں مولوی احمد علی سہارنپوری حنفی نے لکھا ہے۔ قال العینی وضع البخاری ھذہ الترجمۃ اشارۃ الی ان من السلف من لم یجز وقوع الطلاق الثلاث مذھب طاؤس و محمد ابن اسحاق و الحجاج بن ارطاۃ و ابن مقاتل والظاھریۃ الی ان الرجل اذا طلق امراتہ ثلاثا معا فقد وقعت علیھا واحدۃ واحتجوا علی ذالک بما رواہ مسلم من حدیث طاؤس ان ابا الصھباء قال لابن عباس الم تعلم انما کانت الثلث تجعل واحدۃ علی عھد النبیؐ وابی بکرؓ وثلاثا من امارۃ عمرؓ فقال ابن عباس نعم جب کوئی خاوند اپنی عورت کو تین طلاق ایک ہی دفعہ دیدے۔ تو ایک طلاق ہی ہوتی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کی امارت کے تین سالوں میں ایسی تین طلاقیں بیک مجلس ایک ہی طلاق قرار پاتی تھیں۔ اہل حدیث اور جماعت اسلامی کا بھی اسی پر عمل ہے۔ احناف میں سے قدامت پسند تین کے قائل ہیں مگر ایسی تین طلاقوں کے دینے والے کو گنہگار و اثم سمجھتے ہیں

(باقی صفحہ ۶۹ پر)

غزوۂ بدر

پیغمبرؐ آخر کا معرکۂ اوّل

از مصوّرِ جذبات ڈاکٹر سیّد محمود عباس بخاری مدظلہٗ

قسط دوم

قریش کا لشکر ابھی تک خاموش تھا۔ البتہ کئی لوگ علیؑ کی طرف انگلیاں اٹھا کر اشارے کر رہے تھے۔ جذبۂ انتقام ابوطالبؑ کے بیٹے کا خون مانگ رہا تھا۔ علیؑ عرب کے تین سرمایۂ افتخار فرزندوں کا قاتل گردانا جا رہا تھا..... مگر کون نکلے۔ عرب کی غیرت اور حمیت کسی منچلے کو نکلنے پر اُبھار رہی تھی..... یہی جذبہ ان کو موت کی طرف کھینچتا تھا۔

ایک لمبا تڑنگا بھرپور بازوؤں والا بہادر زرہ بکتر میں ملبوس نکلا.... اُس کی تلوار آفتاب کی روشنی میں مشعل کی طرح جل رہی تھی..... اس نے سپر پر تلوار بجائی۔ انداز مبارز طلب تھا۔ مسلمان ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے.... علیؑ نے نظر اٹھائی..... حمزہؓ بڑھنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ علیؑ کا جوان خون یہ برداشت نہ کر سکا۔ وہ تیزی سے مُڑا..... صفوں کے کنارے کنارے بھاگتا ہُوا اور ہوا میں اپنی عراقی تلوار لہراتا ہُوا..... پیغمبرؐ نے محبت سے یہ منظر دیکھا.. حمزہؓ کی نگاہوں میں اشتیاق اُمنڈ رہا تھا۔ پیغمبرؐ کے ذہن میں آیہ ؎ ھٰذٰان خصمٰن اختصموا فی ربھم ..... الخ (پ ۱۷ ع ۹) کا عکس چمک رہا تھا..... بے شک علیؑ اور حمزہؓ اپنے پروردگار کے واسطے مخاصمہ اور معارضہ کرتے ہیں"..... علیؑ سر کو کتنا سستا بیچ رہا تھا.... کسی بھی بھدّے تیر کے لئے..... کسی بھی کاری تلوار کے لئے..... کسی بھی سیدھے نیزے کے لئے.....

ؔ ایڈورڈ گبن ؎ واقدی۔ بخاری باب المغازی المرتضیٰ ص ۳۱

طعیمہ ابن عدی حیرت سے اس نرالے مچلے بہادر کو دوڑ کر آتا ہوا دیکھ رہا تھا ... موت سے اتنی وارفتہ محبت ... طعیمہ نے کبھی دیکھنا تو کجا سنا بھی نہ تھا ... قریش اشاروں سے ایک دوسرے کو بتا رہے تھے .... یہ سفید شمیشے کے سربند اور جھالردار خود اور پرانی تلوار والا علیؓ کے سوا اور کوئی نہیں ... یہ ولید و شیبہ کا قاتل ہے ... طعیمہ نے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی عظیم غلطی کا احساس کیا .... علیؓ نے سامنے رُک کر اُسے اشارہ کیا کہ وار کرلے .... طعیمہ نے پوری قوت سے وار کیا .... علیؓ نے سپر پر روکا .... اس کی پہلے وار کی حسرت پوری کردی .. "جا اب تجھ کو کسی سے مقابلہ کی نوبت نہیں آئے گی" .... تکبیر کا نعرہ بلند ہوا۔ فضا میں بجلی سی کوندی .... طعیمہ کی شمشیرِ آئینہ فام دُھند اُڑ رہی تھی .... نگاہیں تعاقب بھی نہ کر سکیں کہ کب کیسے اور کیونکر ضرب لگائی[1] .... بدر کی ریت پر شیبہ کے پہلو سے پرے ایک بے جان لوتھڑا پڑا ہوا تھا۔ مشرک باور نہ کر سکے کہ یہ ایک لمحہ پہلے کا جنگجو اور شیر مرد طعیمہ ابن عدی تھا .... علیؓ نے نہ جانے کس دل سے اتنی عظیم پیش گوئی کر دی تھی۔ واقعی طعیمہ کو کسی اور سے مقابلہ کی نوبت نہ آئی .... اس کا خود، زرہ اور گردن کے مہرے چرمرا کر ٹکڑے ہو رہے تھے .... "یہ تلوار کی ضرب نہیں بلکہ کوہِ اُحد کی بوجھل چٹان کا وار معلوم ہوتا ہے" .. کسی نے قریش کے لشکر میں سرگوشی کی .... کئی دلاوروں کے خون میں سنسنی سی دوڑ گئی .. ابوجہل لعنہ کے جسم میں جھرجھریاں سی ناچنے لگیں .... علیؓ نے نظرِ غلط انداز سے بھی اس کے سلاح اور زیورات کو نہ دیکھا .... کم از کم پرانی تلوار ہی بدل لیتے .... سپر ہی بدل لیتے .. خنجر ہی لے لیتے .... لمبے تیروں کا ترکش اُٹھا لیتے .... مضبوط نیزہ قابو کر لیتے .... مگر مومن ہتھیاروں کے بل پر نہیں لڑتا .... اس کی پرانی تلوار اور دیرینہ زرہ بکتر ہی اسے بہت ہے .... علیؓ دونوں صفوں کے درمیان قیامت تک ایک نہ مٹنے والا سبق پڑھا رہا تھا حمزہؓ فرطِ انبساط سے تن سے گئے۔ پیغمبرؐ ایک دلپذیر مسکراہٹ بکھیر رہے تھے .... مشرک حوصلہ ہار رہے تھے .. کسی نے علیؓ کی ضرب پر اظہارِ حیرت کیا .... ابوجہل لعنہ کے پہلو میں کھڑا عاص بن سعید شعلہ فشاں سا ہو گیا .... اس نے سوچا اب تو علیؓ تھک چکا ہوگا .... دوست کی موت کا بدلہ اور شہرت کا تاج کیوں نہ حاصل کروں .... عاص تیزی سے لپکا اور پوری قوت سے بھاری بھر کم تیغ علیؓ کے سر پر مارا .... ابوجہل پہلو بدل کر رہ گیا۔ مسلمان گھبرا سے گئے .... مگر علیؓ کا سر سلامت تھا .... جھنکار کی بلند آہنگ وار کے رُکنے کا اعلان کر رہی تھی .... عاص نے دائیں بائیں

[1] کامل والفدی ص ۳۹ و الحاف اہل اسلام ص ۴۴

اور سامنے سے کئی وار دئیے ..... علیؑ کی پرانی تلوار اعلیٰ درجے کے فولادی تیغ کی ضربیں روکتی رہی۔ گویا یہ کسی شہزور کی ضربیں نہ تھیں۔ کسی بچے کے ہاتھ میں چھڑی تھی جسے علیؑ روک رہا تھا۔ پیغمبرؐ، حمزہؓ اور مسلمان محض عش عش کرتے رہ گئے ..... کئی لوگوں نے سرگوشی کی ..... علیؑ کو اپنا وار بھی کرنا چاہئے۔ دشمن کو اتنا زیادہ موقع دینا خودکشی ہے ..... اگر تلوار ٹوٹ گئی ..... اگر وار رُک نہ سکا اور اگر وار پھسل کر کہیں لگ گیا تو .....
عاص کے حملے تیز تر تھے ..... علیؑ مسکرایا ..... دشمن کے دل کی حسرت پوری ہو چکی تھی ..... نعرۂ تکبیر بلند ہوا ..... علیؑ نے بھی وار کیا ..... ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے خوشی کا اظہار کیا ..... وار خالی جا چکا تھا ..... مگر عاص کیوں وار نہیں کرتا؟ دوسرے لمحے عقدہ حل ہو گیا ..... عاص پر وار خالی نہ گیا تھا ..... عاص کی لاش خون کی گرمی سے کھڑی تھی ..... زندہ عاص تو دو ٹکڑے ہو چکا تھا ..... کئی مشرکوں کو چکر آ گئے ..... عاص کے دو ٹکڑے کاغذ کے دو صفحوں کی طرح ریت پر پڑے تھے۔ کیا عاص موم کا بنا ہوا تھا؟ مکے کے بت پرست حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ..... علیؑ کی تلوار عاص میں سے کس وقت گذری؟

جہالت اسے جادو سمجھ کر غضبناک ہو گئی ..... علیؑ کو سنبھلنے کا موقع نہ دو۔ اوپر تلے مقابلہ کرو ..... اسے ہر حال میں مار دو .....

علیؑ شمشیر کی ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ مشرک ایک دوسرے کو جنگ پر اُبھار رہے تھے۔ ابوجہل نے بھی اکسایا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی معرکہ زن نکلے ..... مگر جس تیزی سے جو نکلتا گیا۔ صرف پہلے وار کا اختیار پا کر مرتا رہا ..... بدر کی ریت پر تین چار مزید لاشوں کا اضافہ ہو گیا۔

ابوجہل بوکھلا گیا ..... اس کا محافظ دستہ اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھا ..... سردار اب کیا کریں؟ ..... علیؑ میدان سے نہیں ٹلتا ..... کوئی تیر اور کوئی سلاح اس پر کارگر نہیں ہوتا۔ مشرک زبانِ حال سے فریاد کر رہے تھے ..... فتنے ابوجہل کے جلو میں چلتے تھے ..... گھبراؤ نہیں ..... "میری زرہ پہن کر جاؤ ..... علیؑ کی تلوار اثر نہ کرے گی ..... آج لات و ہبل کی عزت کا دن ہے" ..... عبداللہ ابن منذر ابن ربیعہ رقاصاؤں کے غول کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھیں چمک اٹھیں ..... "سردار زرہ مجھے پہنا دو" .... عبداللہ نس حسرت سے میدان کی طرف بڑھا .... میانہ قامت علیؑ کا سر کاٹنے کے لئے .... مگر ایک وار کے بعد دوسرا نصیب نہ ہوا .... اس کا سر دور لڑھکتا ہوا جا رہا تھا .... مغفر اور خود کے ٹکڑے اڑ چکے تھے .... گویا فولاد کے نہیں مٹی کے بنے ہوئے تھے .... علیؑ نے زرہ کے بند ڈھیلے کر کے مشرکوں کی طرف پھینک دی .... لات و ہبل کی عظمت عبداللہ کے خون کے ساتھ مٹی میں مل رہی تھی .... علیؑ ٹہلتا ہوا پرے نکل گیا .... زرہ پھر ابوجہل لعین کے حلقہ میں جا پہنچی .... نہ جانے ابوجہل لعین نے کیا افسوں پھونکا۔ شاید یہ کہا کہ عبداللہ بتوں پر مکمل ایمان نہ رکھتا تھا .... لہٰذا مارا گیا .... حنظلہ ابن عمر پورے ایمان کے ساتھ وہی زرہ پہن کر نکلا .... انجام مختلف نہ تھا۔ زرہ پھر خونِ قریش کو علیؑ کی تلوار کی طرف بلا رہی تھی .... کوئی منچلا اتنی جسارت نہ کر سکا۔ قریش کے بانکے اور رستم و اسفندیار ایک دوسرے سے بھی آنکھیں چرا رہے تھے .... انفرادی جنگ موت کا میدان تھی .... مسلے ہوئے مچھروں کی طرح چیدہ بہادروں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ علیؑ کے بازو بے تکان تھے .... عرب اپنی انفرادی شجاعت کی حکایات و روایات بھول چکا تھا .... ہمسر ڈھونڈھنے والے خود سر بے سر اور خاک بسر تھے۔

ابوجہل لعین کے ساتھیوں نے سردار سے پھر مشورہ طلب کیا۔ یکایک حملے کا مشورہ دیا گیا اور دوسرے لمحے ٹہلتے ہوئے علیؑ پر سواروں کا غول ٹوٹ پڑا .... حمزہؓ بیقرار ہو کر صف سے نکلے .... مگر ہوشیار و تیز دست علیؑ حمزہؓ کے پہنچنے سے پہلے اس غول کو لوٹا چکا تھا .... دو تین گھوڑے خالی زینیں لے کر بھاگ رہے تھے .... اور پھر حمزہؓ کے دیکھتے ہی دیکھتے علیؑ انہی سواروں کے غول میں جا کر ڈوب گیا .... ابوجہل لعین کی زرہ میں ایک سوار نظر پڑا .... برچھیوں۔ نیزوں۔ تلواروں اور تیروں کے سیلاب میں تیرتا ہوا نوجوان علیؑ اس سوار کے سر پر جا پہنچا .... وہ انتہائی تیز دستی سے وار دیتا۔ روکتا .... لیتا اور ہٹتا چلا گیا .... وہی پرانی تلوار اس مخصوص سوار کے سر پر پڑی .... لوگ چلائے کہ ابوجہل مارا گیا .... ہجوم کائی کی طرح پھٹ گیا .... بڑے سر کھاتا ہوا ابوجہل لعین خدائے ہبل کا شکر بجا لایا کہ اس نے اسے اپنی زرہ خود نہ پہننے کی عقل عطا کی .... بنی مخزوم کے درجنوں جوان حیران تھے کہ یہ علیؑ ہے کیا؟ صفوں کے پرے لے پرواہ نہیں کرتے۔ سلاح جنگ اس کا راستہ نہیں روکتے۔ تکان اس پر غالب نہیں آتی۔ سانس اس کا پھولتا نہیں۔ وار اس کا خالی نہیں جاتا جب تک وہ خود خالی نہ دے۔

.... کئی شانوں اور گردنوں پر اس نے زخم لگائے .... بس یونہی جیسے اس کی تلوار بوسہ لینا چاہتی ہو .... حالانکہ وہ چاہتا تو مار بھی سکتا تھا .... مگر علیؑ کے حملے ہوتے ہی نپے تلے اور جانچے ہوئے .... وہ پہلے حریف چنتا ہے پھر وار کرتا ہے .... خواہ مخواہ درمیان میں اُلجھنے والوں کو اکثر معاف کر دیتا ہے یا معمولی زخم دے کر ڈرا دیتا ہے .... نہ جانے وہ ایسا کیوں کرتا ہے .... ہاں جسے چُن لیتا ہے اس کے لئے جائے فرار نہیں[1] .... وہ مشہور فسادیوں، بچوں[2] کے مخالفوں .... اور اسی قسم کے شہ زوروں اور لاف زنوں کو مل کر سمجھتا ہے .... وہ جنگ کے ریلوں میں اپنی عقلِ حلیم سے ایک ایک چہرہ کو پرکھتا ہے۔ اور اس کی شرارت کے اعتبار سے اسے سزا دیتا ہے .... اس کی تلوار گھوڑے یا کسی بے زبان جانور پر نہیں پڑتی .... اس کا ایک ایک وار قیمتی۔ فیصلہ کن .... صحیح اندازہ والا .... اور ناقابلِ مدافعت ہوتا ہے .... وہ ایک سے زیادہ وار دینے کا عادی نہیں .... ایک کافر کے لئے صرف ایک وار .... صرف ایک خدا کے نام پر .... اور صرف ایک علیؓ کے ہاتھوں سے۔

بنو مخزوم اپنی کثرت کے باوجود ابوجہل کی حفاظت سے لاچار نظر آتے تھے۔ ابوجہل انہیں کوستا تھا .... اب یہ زرہ کسی اور کو پہناؤ۔ اور اگر علیؑ اسے ابوجہل سمجھ کر حملہ کرے تو اس کا کام تمام کر دو .... اے گروہ قریش شتر مرغ کے پروں والے اور سرخ پشمینہ کے سربند والے کو قتل کرو .... وہ حمزہؓ ہے اور اس بھتیجے سفید پوش سفید پشمینے کے سربند والے کو قتل کرو .... یہ علیؓ ہے .... یہی کوتاہ قد اور سبز رنگ شکم سا .... اس نے آج تمہیں بہت ایذا دی ہے .... جنگ کی ابتدا کے ساتھ اسی نے تمہارے لب و رخسار کاٹ لئے ہیں۔ اسے معاف نہ کرو .... قریب ہی زرد اونٹ پر سوار امیہ نے بھی ابوجہل کی تائید کی .... قریش کی عزت کی قسم اس شخص نے اور حمزہ نے مجھے بہت دکھ دیئے ہیں اور ابھی دے رہے ہیں .... ابو قیس بن الفاکہ بن المغیرہ طیش میں آگیا .... "لاؤ سردار یہ زرہ میں پہنوں اور دیکھوں کہ علیؑ کیا کرتا ہے .... بنی مخزوم تو خواہ مخواہ ڈرے جاتے ہیں" ....

بائیں صفوں کے قریب عتبہ کی لاش کو روندتے ہوئے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ قریش رسولؐ کے عرش کی طرف بڑھنا چاہتے تھے .... زرہ پوش اور غرقِ آہن بہادر لمبی گردن کی ہوتی یمنی

---

[1] نہج البلاغہ .... "میں صرف انہی کو مارتا ہوں جن کے صلب تک ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔
[2] بچوں کے اور کام کے آدمی۔

تیغوں کے سہارے مسلمانوں کے لشکر میں راستہ بنا رہے تھے .... سوار بازوؤں کو کاٹ رہے تھے اور تیر انداز صفوں کو پراگندہ کر رہے تھے .... حملہ بڑا منظم تھا .... مسلمانوں کے قدم اُکھڑ رہے تھے .... عبداللہ رضؓ بن مسعود۔ بلال رضؓ اور دوسرے لوگوں کے بس کی بات نہ تھی کہ اس ریلے کو روکتے .... ہر کوئی پچھلی صف میں امن ڈھونڈھنا چاہتا تھا .... پیغمبرؐ نے سعد بن معاذ کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھے .... قریش بڑھے چلے آرہے تھے .... پیغمبرؐ کی نگاہیں ایسے بہادر کو ڈھونڈھنے لگیں جو سر بیچ کر فریقین کے درمیان دیوار بن جائے اور پسپائی کی لہر کو روک دے .... دُور کوئی دو سو گز کے فاصلے پر پیغمبرؐ کو ایک مشتعل ہجوم نظر آیا وہ کسی کو گھیرے ہوئے تھا .... پیدل اور سوار چاروں طرف سے نیزے اور برچھیاں مار رہے تھے .... پیغمبرؐ کے چہرے پر تفکر کے آثار ظاہر ہوئے .... اتنے بڑے ہجوم میں کون پھنسا ہوا ہے .... کمک نہیں جاسکتی .... خود مرکز اور قلب کی حالت کمزور تھی حملے کا دباؤ ادھر بھی زبردست تھا .... اُٹھتے اور سنساتے تیروں کے سائے میں پیغمبرؐ نے پھر نظر ڈالی وہ دُور کا ہجوم چھٹ رہا تھا .... ہجوم کے مرکز سے زخمی سواروں اور پیادوں کی قطاریں نکل نکل کر بھاگ رہی تھیں .... اور یکایک سارا ہجوم منتشر ہو گیا .... شتر مرغ کے پروں والا بہادر اور سفید پٹیلے والا بہادر ہجوم کے جگر سے باہر آرہے تھے .... ان کی تلواریں بالکل لال ہوں تھیں اور بغلوں تک بازو خون میں تھڑے پڑے تھے .... "کیا دونوں زخمی ہوگئے؟" مگر نہیں دونوں کی چال صحت مند اور متوازن تھی .... پیغمبرؐ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے .... میرے گرد کھڑے ہونے والے مسلمانو .... بیکار وقت کیوں ضائع کر رہے ہو .... تم تو ایسے کھڑے ہو گویا تم بھی جنگ کے بارہ میں میرے منصب پر فائز ہو کہ نہ ہتھیار اُٹھائیں گے نہ زخم لگائیں گے .... جاؤ اور ان تنہا بہادروں کی طرح کچھ کام کرکے دکھاؤ .... وہ تھکے ہوئے ہیں۔ انہیں ذرا دم لینے کی مہلت تو دو .... چند لوگ پیغمبرؐ کے گرد کھنیاں کمروں پر لٹکائے محض تماشائی بنے رہے .... عریش پیغمبرؐ کے پیچھے کھلی جگہ تھی اور فرار کے راستے بہت آسان تھے .... جنگ کے گرم شعلہ زار اور مرگ آگیں مقامات پر کون جائے ....

علیؓ اور حمزہؓ دونوں کی نظریں پیغمبرؐ کے گرد تنگ ہوتے ہوئے گھیرے پر پڑیں۔ دونوں اپنی تھکان بھول کر تیزی سے ادھر لپکے .... ان کو ادھر لپکتا دیکھ کر ابوجہل کا گروہ بے اختیار پکار اٹھا .... "دو کو جانے نہ پائیں" .... اور کئی سوار اور پیادے ان دونوں کی راہ روکنے کے لئے ٹوٹ پڑے .... علیؓ رُکے مگر حمزہؓ نے اشارہ کیا .... علیؓ سمجھ گئے کہ حمزہؓ کا

مطلب یہی ہے کہ ان نامردوں کے لئے میں کافی ہوں۔ پیغمبرؐ کو تمہاری نصرت کی ضرورت ہے .... تلواروں کی بجلیاں کوندیں اور چند لمحوں میں گھیرا ڈالنے والے سوار جھولتے ہوئے شانے .... ٹوٹی ہوئی ٹانگیں اور دست بریدہ باہیں لے کر منتشر ہوتے ہوئے نظر آرہے تھے .... حمزہؓ ان کے تعاقب میں شیر کی طرح جھپٹ رہے تھے .... علیؓ گرنے والوں اور مقتولوں کو پھاندتا ہوا اسلحے والے گروہ میں جا کر گم ہو گیا .... بالکل اسی طرح جس طرح سرِ شام آفتاب لالہ گوں گھرے دھندلکوں میں ڈوب جاتا ہے تاکہ اگلی صبح پیامِ حیاتِ تازہ دے سکے .... علیؓ پیغمبرؐ کے گرد چھائے ہوئے مشرکوں کے بے پناہ ہجوم میں گم ہو چکا تھا .... مگر پیغمبرؐ کی نظریں اپنے جانباز بھائی کی اداؤں سے غافل نہ تھیں۔

حمزہؓ بنی مخزوم اور ان کے ساتھیوں کے پیچھے قضا کی طرح لگے ہوئے تھے .... وہ اس گروہ کو ہانکتے ہوئے دُور تک لے آئے .... ابوقیس، ابوجہلؔ کی زرہ میں ملبوس بھاگنے والوں کو رُکنے کی تلقین کر رہا تھا۔ لوگ پھر لوٹنے لگے .... ابوجہلؔ دبک کر پرلی طرف نکل گیا۔ حمزہؓ کی پہچان میں آنا موت کو بلانا تھا .... حمزہؓ کی نظریں ابوقیس کی زرہ پر پڑیں .... تو یہ ابوجہلؔ ہے .... اب کہاں جائے گا“؟ حمزہؓ تندی سے لپکے .... سنبھلنے والی سامنے صف منٹوں میں منتشر ہو گئی .... پے در پے اور بے تکان دائیں بائیں واروں نے کئی بہادروں کو شگافتہ کر دیا .... زخموں کو دبائے ہوئے بنی مخزوم منتشر ہو گئے .... ابوقیس کی آواز گلے میں رُک گئی .... حمزہؓ کا راستہ خالی تھا .... دوسرے لمحے ایک بھاری بھرکم تلوار نے کراری آواز پیدا کی۔ ”لے اس ضرب کو میں عبدالمطلبؓ کا بیٹا ہوں“۔ حمزہؓ کی آواز بلند ہوئی .... ابوقیس کا سر کئی قاشوں میں بٹ چکا تھا .... ابوجہلؔ ایک جھرجھری لے کر اور پرے سرک گیا .... بنو مخزوم تتر بتر ہو چکے تھے .... حمزہؓ .... بوڑھا حمزہؓ .... ایمان کی حرارت سے بھرپور اور جوان خون لئے تیزی سے واپس پلٹا .... اس کی تیز عقابی نظروں نے ایک گہرا جائزہ لیا .... وہ اپنے دست و بازو اور محاربات کے ساتھی علیؓ کو دیکھ رہا تھا .... علیؓ نظر نہ آرہا تھا .... پیغمبرؐ کے گرد محاصرہ ابھی تک قائم تھا .... حمزہؓ نے محاصرین کے سرگرم اور جتھہ وار بیڑوں کو تاڑا .... ایک ایک تند جوان کے پیچھے ایک ایک ٹولی یا جتھہ لڑ رہا تھا .... حمزہؓ نے فیصلہ کیا جتھوں سے اُلجھنا بیکار ہے .... وقت اور طاقت دونوں کا بے جا مصرف اور بے جا کشت و خون ہے .... ایک ایک ٹولی کا سرغنہ مار دو .... پوری ٹولی بیکار ہو جائے گی .... وہ سفید گھوڑے والا زرہ پوش .... اور مرصع زین والا نیزہ بردار .... اور رنگین کمر پیٹی

والا شمشیر زن .... حمزہؓ نے سرغنے مار لئے .... دفعتاً اس کی نگاہ پڑی .... پیغمبرؐ کے خیش کے گرد اگرد سفید پٹیپنے کے سربند والا میانہ قد دلاور اسی طرح رُک رُک کر سرغنوں کو تاڑتا اور پھر جھپٹ کر حملہ کرتا .... لیڈر کی لاش گرتی اور ساری ٹولی اپنے لیڈر کو روندتی ہوئی بھاگ جاتی .... علیؓ کے لڑنے کا یہ مخصوص انداز تھا .... وہ عوام کے ساتھ مدافعانہ جنگ لڑتا جتی الامکان ان کی جان سے دریغ کرتا .... صرف وار روکتا یا بھگانے کے لئے زخم دیتا .... مگر سرغنے کو گہری صفوں میں بھی تلاش کرتا اور اس کی شرارت کی جڑ ہمیشہ کے لئے کاٹ دیتا .... حمزہؓ نے پھر جائزہ لیا .... علیؓ بیقرار نظر آ رہا تھا .... وہ تند نظروں سے دائیں بائیں دیکھتا .... قریش کے سنگدل .... بھڑکانے والے اور سرِ لشکر نمودار وں کو تاڑتا اور پھر صفوں کو چیرتا کاٹتا گرتا گراتا .... زخم دیتا .... زخم لیتا .... دو بدو ہوتا اور مارتا توڑتا منزلِ مقصود تک پہنچتا اور پھر تلواروں کی بے پناہ جھنکار .... زخمیوں کی چیخ پکار .... تیروں اور برچھیوں کا ہلاکت آفریں سیلاب .... تیروں کی بیدل کرنے والی بوچھاڑ .... کچھ بھی اس کا راستہ نہ روک سکتا .... اس ہنگامِ محشر میں یکایک شیر کی دھاڑ کی طرح اس کا نعرۂ تکبیر گونجتا اور پیغمبرؐ کی پُر اشتیاق نظریں اپنے بھائی کا سراغ پا لیتیں .... دہشت سے جھجکتے ٹھٹکتے .... رکتے .... سٹپٹاتے .... متذبذب ہوتے .... پلٹتے اور بھاگ جاتے .... حمزہؓ بھی انہی گہری صفوں میں ڈوب چکے تھے .... پیغمبرؐ کے قلب و جگر باہم مل چکے تھے .... اب قریش ان کی لاشوں کو پامال کئے بغیر عریشِ پیغمبرؐ کے گرد کی ہوا بھی نہ سونگھ سکتے تھے .... عریشِ پیغمبرؐ اور قریش کی گھنی صفوں کا درمیانی فاصلہ سرگردہوں اور سرغنوں کی لاشوں سے پٹ گیا تھا۔

منظم گروہ کا زور ٹوٹنے لگا .... سرغنے ہوشیار ہو گئے .... اب وہ سرِ لشکر نہیں بلکہ پسِ لشکر رہ کر ابھارتے اور راہ نمائی کرتے .... علیؓ اور حمزہؓ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے بھی تیار تھے .... علیؓ نے بائیں طرف کی صفوں کے گرد ملیا چکر لیا .... ایک ہوشیار سرغنہ علیؓ کی تلوار کو اپنے سر کی ترغیب دے رہا تھا .... یہاں میدانِ کارزار کا ماحول جنگامہ تھا .... اکثر لوگ تماشائی تھے .... کچھ تکان اتارنے والے .... کچھ پانی پینے والے .... کچھ رسد گاہوں کو لوٹنے والے اور کچھ دور سے جوش دلانے والے .... ہوشیار سرغنہ تعاقب میں آتی ہوئی موت کو دیکھ کر تاڑ گیا .... وہ پیچھے کھسکنے لگا .... اس کی راہ سے اس کا دوست عبیدہ بن سعد بن العاص گھوڑے پر سوار نکلا .... زرہ میں ملبوس تلوار نیام میں لئے ہوئے .... اس کی گود میں ایک چھوٹی سی زرد زرد مگر پیاری بچی تھی ....

بچی کا پیٹ غذا غالباً تلی کے بڑھنے سے پھولا ہوا تھا ۔ ۔ ۔ علیؑ کی نگاہ پڑی ۔ ۔ ۔ عبیدہ خطرے کو بھانپ گیا ۔ ۔ ۔ مگر علیؑ کے سینے میں ایک رحم بھرا دل دھڑک رہا تھا۔ عبیدہ نے جنگ سے بریت کا اعلان کیا ۔ ۔ ۔ انا ابو ذات الکرش[۱] ۔ ۔ ۔ انا ابو ذات الکرش میں چھوٹے بچوں کا باپ ہوں ۔ ۔ ۔ میں چھوٹے بچوں کا باپ ہوں ۔ ۔ ۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ میں عیال دار ہوں ۔ ۔ ۔ عباس ابن عبدالمطلب کی طرح مارا باندھا آیا ہوں ۔ ۔ ۔ چھوٹے چھوٹے بچوں والا ہوں ۔ ۔ ۔ کوئی اور میرے بعد ان کی خبرگیری کرنے والا نہیں ۔ ۔ ۔ دیکھ لوٹنے کی نیت والے بیمار بچیوں کو ان ہولناک مقامات پر نہیں لاتے ۔ ۔ ۔ میرے بیمار اور محبت کرنے والے بچوں کی خاطر مجھ پر رحم کرو ۔ ۔ ۔ علیؑ انسان کی مجبوریوں کو دیکھ کر غمناک ہو گیا ۔ ۔ ۔ لوگ طعنوں ۔ ۔ ۔ دشنام طرازیوں اور سماج کے تقاضوں سے مجبور ہو کر وہ کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ جو وہ چاہتے نہیں ۔ ۔ ۔ علیؑ نے عبیدہ کو راہ دے دی اور اپنے دشمن کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا ۔ ۔ ۔ مگر عبیدہ کو اور کوئی علیؑ نہ مل سکا۔ زبیر بن العوام نے تاک کر آنکھ میں برچھی ماری ۔ ۔ ۔ انا ابو ذات الکرش کی آواز نے رحم کا کوئی جذبہ بیدار نہ کیا ۔ ۔ ۔ عبیدہ کے ایک ہاتھ میں بچی اور دوسرے میں گھوڑے کی لگام تھی ۔ ۔ ۔ وہ برچھی کا وار سپر سے بھی روک نہ سکا ۔ ۔ ۔ بچی سر کے بل گری اور گھوڑے کے سموں تلے کچلی گئی ۔ ۔ ۔ زبیر آنکھ کے حلقے سے اس کے سر پر پاؤں رکھ کر برچھی کھینچ رہے تھے ۔ ۔ ۔ علیؑ نے خشمگیں نظروں سے یہ نظارہ دیکھا ۔ ۔ ۔ لوگ جنگ میں سب کچھ جائز کر لیتے ہیں ۔ ۔ ۔ اصول جنگ بہت مشکل ہے ۔ ۔ ۔ لوگ مارنے والوں اور مرنے والوں کا شمار کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ یہ نہیں دیکھتے کیوں۔ کب اور کس اصول کے ساتھ مارا"۔ ۔ ۔

علیؑ چکر کاٹ کر بنی مخزوم کے پاس پہنچ گئے ۔ ۔ ۔ ابوجہلؑ کی زرہ ایک اور جسم پر چمک رہی تھی ۔ ۔ ۔ یہ ابوجہلؑ ابھی زندہ ہے ۔ ۔ ۔ نہ جانے قریش کتنے ابوجہلؑ ساتھ لائے ہیں ۔ ۔ ۔ بہر حال ہمارا فرض ابوجہلوںؑ سے زمین کو پاک کرنا ہے ۔ ۔ ۔ زبیر عبیدہ کی زرہ اتار رہے تھے اور کچلی ہوئی بچی دم نزع امید و بیم سے مرے ہوئے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ ۔ ۔ علیؑ نے زرہ پوش پر حملہ کیا ۔ ۔ ۔ چند اور جسم زخمی ہوئے ۔ ۔ ۔ چند حمائتی قتل ہوئے ۔ ۔ ۔ اور زرہ پوش کا سر فرار ہونے والے گھوڑے کے ٹاپوں میں لڑھک گیا ۔ ۔ ۔ یہ ابوجہلؑ بھی مارا گیا۔ اب کون ابوجہلؑ کی زرہ پہنے گا ۔ ۔ ۔ بنو مخزوم ابوجہلؑ کے نام سے بھی بدکنے لگے ۔ ۔ ۔ جہاں

---

[۱] واقدی

ابوجہلؔ ہوگا وہاں حمزہؓ و علیؓ کی یورش بار بار اور بے پناہ ہوگی .... ابوجہلؔ اگر بچ سکتا
ہے تو صرف روپوش ہوکر رہ نہیں .... اور روپوش ابوجہلؔ بے ضرر ہے .... مقصد
ابوجہل کو مارنا نہیں بے ضرر بنانا ہے .... ابوجہلؔ اسلام کا اتنا دشمن نہیں جتنا وہ ضرر
ہے جو دوسروں کو انگیخت کرکے وہ پہنچا سکتا ہے .... مجمعِ عام میں انگیخت نہ دے تو
اسے بھی ابوسفیان کی طرح امان مل سکتی ہے .... ابوجہلؔ چھپ رہا تھا۔ اس کا ڈنک بار
بار کے حملوں نے نکال دیا تھا .... وہ آواز بھی بلند نہ کرتا تھا کہ حمزہؓ و علیؓ کو اس کا سراغ
نہ مل جائے .... بنو مخزوم اور قریش کی گہری صفیں بھی اس کی زرہ سے ضرر کو دور نہ رکھ
سکی تھیں .... دبی آواز سے اس نے لمبے اونچے اور قوی ہیکل خالد بن الاعلم کو یہی زرہ
پہننے کی درخواست کی .... مگر خالد علیؓ و حمزہؓ کی تلواروں سے لکھے ہوئے اصول کو پڑھ
چکا تھا .... ابوجہلؔ کی نسبت کا نام موت تھا .... اور جو جسم اس نسبت کو قبول کرتا تھا
اس کا حشر بدر کی ریت پر خون کے بے ترتیب چھینٹوں سے منقش تھا .... خالد نے ڈانٹ کر
انکار کر دیا .... اب لات و ہبل کی پسندیدہ اور متبرک زرہ گھوڑوں کے سموں تلے روندی
جا رہی تھی۔ ابوجہلؔ بے مرکز ہو چکا تھا .... بنو مخزوم بکھر چکے تھے یا زخمی قتل ہو چکے تھے
لے دے کے اس کا بیٹا عکرمہ اور چند اور لوگ رہ گئے تھے .... لڑائی بے نظم تھی ....
تقسیم مرتبہ تھا .... اور ابوجہلؔ کی خوف نے زبان بندی کر دی تھی .... بیشتر سرغنے
قتل ہو چکے تھے .... باقیوں کی تلاش علیؓ و حمزہؓ آزادانہ قریش کے لشکر میں پھر پھر کر
رہے تھے .... قریش قیادت کے لئے ابوجہلؔ کی طرف دیکھتے تھے۔ ابوجہلؔ ہر امتیازی
نشان سے دستبردار ہو چکا تھا .... وہ بھاگنے کی راہیں دیکھ رہا تھا .... صرف چند ساتھیوں
کی ضرورت تھی .... منہ چھپاتا ابوجہلؔ قریش کو نظر نہ آیا .... سب کو یہی خیال ہوا کہ
قسمت نے بھی چھوڑ دیا ہو .... اور پھر بار بار اس کی زرہ زمیں بوس ہوکر یہی پیغام تو دیتی تھی
.... قریش بے ترتیب ہو رہے تھے .... ان کی صفیں منتشر اور بغیر لیڈر کے تھیں ....

وقت قیمتی تھا .... مسلمانوں کے لئے موت و حیات کی کشمکش تھی۔ قریش تین گنا تھے ....
علیؓ و حمزہؓ کے حملوں نے اگرچہ سرغنوں کو مٹا دیا تھا۔ مگر تعداد کی کثرت تو نہ مٹ سکی تھی وہ
اب بھی تین گنا تھے .... اگر اب بھی وہ جم جاتے تو مسلمانوں کا حشر خدا معلوم .... علیؓ و حمزہؓ
کو موقع کی نزاکت کا پورا پورا پاس تھا .... ایک ایک لمحہ قیمتی تھا .... وہ ایک ایک
لمحے سے فائدہ اٹھا رہے تھے .... علیؓ اور حمزہؓ تلواروں اور سرغنوں کو ڈھونڈ رہے تھے۔

قتلِ عوام کا فائدہ نہ تھا۔ کیونکہ یہ چیز اُن کی کثرت پر اثر انداز نہ ہوتی ۔۔۔۔ دُور ایک ٹیلۂ ریت پر ایک تیز دست سردار گھوڑے پر سوار سعد بن خثیمہ کے درپے تھا ۔۔۔۔ علیؑ دوڑتے ہوئے اُدھر گئے ۔۔۔۔ مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی زرہ پوش سوار کا ایک وار سعد کو قیدِ عناصر سے آزاد کر چکا تھا ۔۔۔۔ علیؑ کو دیکھ کر وہ گھوڑے سے اُترا ۔۔۔۔ علیؑ کی نظروں نے اس کا جائزہ لیا ۔۔۔۔ لمبا تڑنگا اور شہ زور ۔۔۔۔ وہ پکارا ۔۔۔۔ "اے علیؑ آ جنگ کریں" ۔۔۔۔ علیؑ کو سب مشرک پہچانتے تھے ۔۔۔۔ وہ بھی جانتا تھا۔ کہ علیؑ ٹلنے والا نہیں کیوں نہ اپنی بات رکھی جائے ؟ علیؑ ٹیلے پر چڑھنے لگا ۔۔۔۔ مگر زمین ناہموار اور نرم تھی ۔۔۔۔ علیؑ ہموار زمین پر بڑھ آیا ۔۔۔۔ زرہ پوش دیو زاد نے بڑھ کر پوری قوت سے حملہ کیا ۔۔۔۔ اُس کی چمکتی تلوار سنسناتی ہوئی آئی ۔۔۔۔ علیؑ نے سپر پہ روکا۔ تلوار نے سپر پر گہرا گھاؤ دے دیا ۔۔۔۔ اب علیؑ کی باری تھی ۔۔۔۔ اُس کی دہکتی ہوئی تلوار فضا میں لہرائی اور دوسرے لمحے زرہ کے دُہرے کڑوں ۔۔۔۔ زنجیروں اور جوڑوں کو کاٹتی ہوئی شانے میں ڈوب گئی ۔۔۔۔ دیوزاد زرہ پوش تھرا گیا ۔۔۔۔ وہ نشۂ مرگ میں جھوم ہی رہا تھا کہ علیؑ دفعتاً جھک گیا ۔۔۔۔ اس کے گھٹنے خم ہوئے اور وہ بیٹھ گیا۔ علیؑ کے سر پر سے ایک چمکتی تلوار سرسراتی ہوئی آئی ۔۔۔۔ "لے اس ضرب کو کہ میں ابنِ عبدالمطلب ہوں" ۔۔۔۔ علیؑ نے تلوار کی زد میں دیکھا ۔۔۔۔ مشرک کا شانہ تو کٹ ہی چکا تھا اب کاسۂ سر مع خود دو ٹکڑے ہو کر اُڑ چکا تھا۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علیؑ نے مُڑ کر دیکھا ۔۔۔۔ حمزہؓ مسکرا رہے تھے ۔۔۔۔ حمزہؓ کی نگاہیں کہہ رہی تھیں ۔۔۔۔ قریش کے سب بانکے ختم ہو گئے میں نے سوچا آخری جنگ میں بھی حصہ بٹا لوں ۔۔۔۔ حمزہؓ کی نگاہیں علیؑ کے اس وصف سے متعجب تھیں جس کے باعث اس نے پیچھے سے آنے والے وار کا بھی بغیر دیکھے سدِ باب کر لیا تھا ۔۔۔۔ یہ علیؑ کی عجیب و غریب حِس تھی ۔۔۔۔ گویا وہ کاسۂ سر کے پیچھے بھی آنکھیں رکھتا تھا ۔۔۔۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مشرک باوجود کوشش کے اس پر پیچھے سے وار نہ کر سکتے تھے اور شاید یہی وجہ تھی کہ علیؑ بھی کہا کرتا کہ خدا مجھے باقی نہ رکھے جس دن میں پیچھے سے حملہ کرنے والوں کو زندہ رہنے دوں۔ حمزہؓ نے علیؑ کو آزما لیا تھا ۔۔۔۔ اس کا برادر زادہ عجیب صفات کا مالک تھا۔ اگر یہ فطرتاً تھیں تو وہ خاص انعام یافتہ تھا۔ اور اگر کسبی تھیں تو یہ اُس کا کمالِ خاص تھا۔۔۔۔

واقدی

جس میں کوئی دوسرا شریک نہ تھا۔

علیؓ اور حمزہؓ اکٹھے مڑے .... مشرکوں کا ایک گروہ قریب ہی جا رہا تھا .... اس مشہور اور عجیب جوڑی کو دیکھتے ہی وہ گروہ منتشر ہو کر بھاگ گیا .... علیؓ و حمزہؓ نے ادھر سوگز پرے نگاہ دوڑائی۔ مشرکوں کا ایک بڑا گروہ پیغمبرؐ کی طرف لپک رہا تھا .... پیغمبرؐ کے کئی لڑنے والے ساتھی اب مالِ غنیمت جمع کر رہے تھے .... علیؓ اور حمزہؓ لپکے چلے آئے .... ابو دجانہؓ ایک کونے میں عاصم بن ابی عوف کی لاش پر بیٹھا۔ اس کا سلاح اور زرہ بکتر کھینچ کھینچ اتار رہا تھا۔ علیؓ کے تیور بگڑ گئے۔ تو یہ لوگ پیغمبرؐ کی نسبت مالِ غنیمت زیادہ عزیز رکھتے ہیں .... وقت تنگ تھا۔ کیونکہ مشرک ادھر امنڈے چلے آتے تھے .... ابو دجانہ دنیا و مافیہا سے بے خبر قیمتی زرہ گھسیٹ رہا تھا .... اگر ہم لوگ بھی ان کی مانند ہوتے تو آج کیا ہوتا؟ علیؓ کے ذہن میں خیال چمکا اور دوسرے لمحے وہ مشرکوں کی گہری اور گھنی صفوں میں ڈوب چکا تھا .... عمرؓ نے ابو دجانہ کو کہا کہ یہ کام بعد کو کر لینا .... میں تمہارے مال کا گواہ رہونگا مگر ابو دجانہ نشیب و فراز کو سوچ بھی نہ سکا .... بھلا معاوضہ کیسے چھوڑ دیا جاتا .... معبد بن وہب چمکدار تلوار لے کر لپکتا چلا آیا .... عمرؓ نے موقع سے ہٹ جانا مناسب سمجھا .... اور دُور پہلی طرف چلا گیا .... معبد کی تلوار ابو دجانہ کے شانے پر لگی .... ابو دجانہ گر پڑا .... معبد آگے بڑھ لیا .... مگر ابو دجانہ پھر اٹھ بیٹھا اور معبد کا تعاقب کر کے کئی وار کئے .... مگر کوئی بھی کارگر نہ ہوا .... یہ علیؓ کا وار نہ تھا۔ کہ ایک کے بعد دوسرے کی ضرورت نہ پڑتی .... معبد مال کے شائق کی بے بسی پر مسکرایا .... ابو دجانہ اب بھی وار کر رہا تھا .... معبد پیچھے ہٹا مگر پاؤں پھسل گیا اور وہ ایک گڑھے میں جا گرا .... ابو دجانہ نے حریف کو کوئی موقع نہ دیا .... اس نے اس پھسلنے کو غنیمت جانا .... جنگ میں کیوں اصول پوچھے جاتیں؟ معبد سنبھلا بھی نہ تھا کہ ابو دجانہ کی تلوار اس کی شہ رگ پر پھر گئی .... حریف کی بے بسی اور حادثے سے فوری فائدہ اٹھایا گیا .... ابو دجانہ کو اب بھی سبق یاد نہ ہوا .... وہ گڑھے میں ہی بیٹھ کر معبد کی لاش سے زرہ اور ہتھیار اتارنے لگا .... گویا کہ غنیمت اور جہاد ایک ہی جسم کے دو بازو ہیں جن کا بیک وقت کام کرنا ضروری ہے .... اسلام کا یہ بہادر کتنا قیمتی وقت کتنے گھٹیا کام میں ضائع کر رہا تھا .... مشرکین نے ان کا یہ کام دیکھ کر کیا تاثر لیا ہوگا .... مال کی محبت بھی کتنی عجیب شے ہے .... علیؓ کے تیور بجا طور پر بگڑے تھے ....

ابو جہل کے پاس اس کا بیٹا عکرمہ رہ گیا تھا ۔۔۔ اور یہ دونوں آہستہ آہستہ سرک کر پیچھے کی طرف جا رہے تھے ۔۔۔۔ بنی مخزوم کی جمعیت پریشان ہو چکی تھی ۔۔۔۔ قریش کی صفیں بکھر کر چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بن چکی تھیں ۔۔۔۔ اور محض مدافعانہ جنگ لڑ رہی تھیں ۔۔۔ اِکّا دُکّا لوگ میدان کے کناروں سے فرار ہو رہے تھے ۔۔۔ زخم خوردہ جنگ آزماؤں کی اکثریت فرار ہو چکی تھی ۔۔۔۔ ابو جہل کا قرب بہادروں کے لئے پیامِ موت تھا ۔۔۔ معاذ و معوذ در پے موقع کی تاک میں تھے ۔۔۔۔ عکرمہ ذرا پرے ہٹا تو دونوں نے لپک کر حملہ کیا ۔۔۔ معاذ کی تلوار ابو جہل کے پاؤں کو کاٹ لے گئی ۔۔۔۔ معوذ کا وار شانے پر پڑا ۔۔۔۔ عکرمہ نے ابو جہل کی آواز سنی ۔۔۔۔ لپکتا ہوا آیا ۔۔۔۔ معاذ فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا ۔۔ ۔۔ عکرمہ کا وار بازو پر پڑا اور دایاں بازو کٹ گیا ۔۔۔ معاذ نے دور آ کر لٹکتے ہوئے بازو کا تسمہ پاؤں تلے دبا کر توڑا ۔۔۔۔ ابو جہل لنگڑاتا ہوا گر پڑا ۔۔۔ خون بُری طرح جاری تھا ۔۔۔۔ راز فاش ہو چکا تھا ۔۔۔۔ روپوش ابو جہل کا پتہ چل چکا تھا ۔۔ ۔۔ عکرمہ نے باپ کے قریب رہنا خطرے سے خالی نہ سمجھا ۔۔۔۔ علیؓ اور حمزہؓ میدان کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے اُدھر آ رہے تھے ۔۔۔ عکرمہ بھاگ کر پچھلی صفوں میں چلا گیا ۔ کسی نے بھی آگے آنے کی جرأت نہ کی ۔۔۔ مسلمانوں کی اکثریت اسی بات پر قانع تھی کہ مشرک ان سے نہ اُلجھیں اور وہ مشرکوں سے نہ اُلجھیں ۔ حملے کا آغاز متکبر قریش نے کیا تھا ۔۔۔۔ اب پسپائی کا آغاز بھی وہ ہی کر رہے تھے ۔۔۔ مگر تعاقب کرنے والے مسلمانوں کا گروہ چھوٹا سا تھا ۔ اکثریت عریش پیغمبرؐ کے گرد منڈلا رہی تھی ۔۔۔ اور عُذر محض یہ تھا کہ ہم پیغمبرؐ کی حفاظت کر رہے ہیں ۔۔۔ درحقیقت اکثریت تماشائیوں کی تھی ۔۔۔۔ یہ جنگ محض چند افرادِ صالح کے کارہائے نمایاں کا نتیجہ تھی یا جنود ملائکہ کے اس لشکر کا جس کا وعدہ کیا گیا تھا ۔ پیغمبرؐ کو عریش کے قریب کوئی خطرہ نہ تھا ۔۔۔۔ ان کی پشت کی طرف مدینہ تھا ۔ کیا قریش مدینہ سے چڑھ دوڑتے ۔۔۔۔ تعاقب کرنے والوں کے بعد ایک اور گروہ تھا ۔۔۔ یہ لوگ نعشوں سے سلاح و ہتھیار گھسیٹتے پھرتے تھے ۔۔۔۔ کوئی اونٹوں کا تعاقب کر کے نکیل کی رسیاں قابو کر رہا تھا اور کوئی بے سوار گھوڑے کے پیچھے دوڑ رہا تھا ۔۔۔ ۔۔ میدان میں بکھری ہوئی گری پڑی چیزیں سنبھالی جا رہی تھیں ۔۔۔۔ صرف فی سبیل اللہ لڑنے والوں کی تعداد بہت کم تھی ۔۔۔۔ باطن کا حال تو پیغمبرؐ کا خدا ہی جانتا ہے ۔ البتہ ظاہر بہت ملوث ہو رہا تھا ۔۔۔۔ پورا ایک گروہ سامانِ دُنیا اور وہ بھی حقیر قیمت پر لوٹ رہا تھا ۔۔۔۔ علیؓ اور حمزہؓ نے کڑے تیوروں سے ان لوگوں کو اور عریش کے گرد

کھڑے ہونے والوں کو دیکھا اور پھر زخمی مسلمانوں کی تلاش شروع کر دی ۔۔۔ چودہ[14] لاشیں برآمد ہوئیں ۔۔۔۔

دُور بھالو کے ٹیلے کے پار اُفق کے ساتھ گرد مل رہی تھی پیغمبرؐ کے گرد آدھے سے زیادہ ساتھیوں کا مجمع تھا۔ دن بھر کے چمکتے آفتاب نے گیلی ریت کو خشک اور بھُر بھرا کر دیا تھا۔ میدان کے وسط میں ٹیلے کے بائیں اور دائیں طرف سیاہ اور لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ لاشوں کے درمیان اب بھی کچھ لوگ پھر رہے تھے۔ جیسے کوئی گمشدہ شے تلاش کر رہے ہوں۔ اُفق میں اُٹھتی گرد کے سائے میں چھوٹے بڑے دھبے محو حرکت نظر آ رہے تھے پیغمبرؐ کے بعض ساتھی غور سے اِن دھبوں کو دیکھ رہے تھے۔ اِس میں کوئی شک نہ تھا کہ یہی دھبے بھاگنے والے اور تعاقب کرنے والے تھے۔ پیغمبرؐ کے دائیں طرف میانہ قامت علیؓ خاموشی سے کھڑا تھا۔ اُس کا خود اور پُرانی تلوار اُس کے بائیں ہاتھ میں تھی۔ دائیں ہاتھ میں بانس کا بنا ہوا سفید جھنڈا تھا یہی وہ لوا تھا جو پیغمبرؐ جنگ کے موقعوں پر استعمال کرتا تھا۔ علیؓ کے دائیں طرف بوڑھا حمزہؓ اپنے خراش دار ہاتھوں سے پیشانی اور کھچڑی داڑھی میں سے پسینہ نچوڑ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر کئی جگہ چھوٹے بڑے زخموں کے نشان تھے جن میں سے خون کی ننھی ننھی دھاریاں رِس رِس کر شانے اور گردن کی طرف اپنا راستہ بنا رہی تھیں۔ بدر کی گہری مٹیالی ریت اِن دھاریوں پر جا بجا جمی ہوئی تھی۔ پیغمبرؐ کی نظریں اُس پر رہ رہ کر اِن دونوں کے چہروں کا طواف کرنے لگتیں اور پھر محبت۔ ہمدردی اور تحسین کے جذبات پیغمبرؐ کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے۔ علیؓ اپنی سیاہ اور گھنیری پلکوں سے خاموش اُفق کی طرف دیکھ رہا تھا اس کی زرہ جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور آہنی حلقے بُری طرح اُلجھے ہوئے تھے۔ خون کے چھوٹے بڑے سوتے زرہ کے ٹوٹے ہوئے مقامات سے رِس رہے تھے۔ اُس کا چہرہ بھی حمزہؓ کی طرح خون خون، داغ داغ، گرد گرد اور زرد زرد تھا۔ ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے خون ضائع ہونے کے بعد نقاہت کے غماز تھے اُس کے ہونٹ خشک تھے لبوں پر پپڑیاں سی جم رہی تھیں۔ آنکھیں تازہ دم تھیں اور اُن میں اُس کی مخصوص بلا کی چمک قائم تھی۔ اُس کے بازو زخمی ہونے کے باوجود اسی طرح تنے ہوئے تھے جس طرح ولید کے مقابلے پر جانے سے پہلے تھے۔ پیغمبرؐ کے بائیں طرف صفوں سے ذرا پرے ادھیڑ عمر عمارؓ بن یاسر ریت پر لیٹا ستا رہا تھا۔ صفوں کے کنارے کنارے ابو دجانہؓ سلاحِ جنگ اور زرہوں کا بڑا سا ڈھیر سمیٹ رہا تھا۔ اُس کے قریب ہی عبدالرحمٰن بن عوف لنگڑاتا ہوا عمرؓ کی طرف جا رہا تھا۔ عبدالرحمٰن کی ٹانگ پر بڑی سی میلی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ یہ وہ زخم تھا جو اُمیہ اور اُس کے بیٹے کو بچاتے ہوئے انصار نے اُسے لگا دیا تھا۔

صفوں کی پچھلی طرف سیاہ رنگ بلالؓ مٹی کے بڑے سے برتن میں آٹا گوندھ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ کہنیوں تک آٹے سے لتھڑے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ پیغمبرؐ سے مالِ غنیمت کے متعلق سوال جواب کر رہے تھے۔

لوگ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے گزشتہ جنگ پر تبصرہ کر رہے تھے اور اُن میں سے بعض قریش کی آئندہ پالیسی کے متعلق خیال آرائی کر رہے تھے۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں کئی لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے اپنی جراحتوں پر مرہم پٹی کروا رہے تھے۔ مگر علیؓ اور حمزہؓ اسی بے نیازی سے بالکل خاموش کھڑے تھے۔ علیؓ کی تلوار کا نیام موجود نہیں تھا۔ شاید وہ بدر کے ہنگامے میں کہیں گر گیا یا ٹوٹ گیا۔ اُس کی تلوار بہتیرے سے کچھ کر مڑ گئی تھی اور اب تلوار کم اور لوہے کی سلاخ زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔ تلوار کی نوک ٹوٹ چکی تھی اور جا بجا اُس کی مُڑی تڑی دھار میں گہرے دندانے پڑ گئے تھے۔ تلوار کا قبضہ بھی اپنی گرفت سے ڈھیلا ہو چکا تھا۔ نہ جانے علیؓ نے اس تلوار سے کیسے کام لیا اور بدر کے ہنگامے میں اس کو بدلنے کی ضرورت کیوں نہ محسوس کی۔

پیغمبرؐ کے ساتھیوں کی نظریں بھی پیغمبرؐ کی نظر کا تعاقب کرتے ہوئیں سنجیدہ، مطمئن اور دلیر علیؓ پر پڑتیں جو ماحول سے اِس طرح لاتعلق کھڑا تھا گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ پیغمبرؐ کے اکثر ساتھی اپنی اپنی لڑائی کی روداد اور کارگزاری کی تفصیلات ایک دوسرے کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے تھے۔ مگر اُن کے برعکس علیؓ غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھے۔ اُس نے اُن لوگوں کی طرف بھی کان نہ دیا جو کہ اُس کی شمشیر زنی پر تعریف کے پُل باندھ رہے تھے جیسے وہ اُن کی توصیف گزاری سے بے نیاز تھے۔ اُس نے پیغمبرؐ سے کسی قسم کا سوال و جواب نہیں کیا۔ یا تو وہ سوال و جواب کو گستاخی اور حدِ ادب سے تجاوز سمجھتا تھا اور یا وہ پیغمبرؐ کے ضمیر کو اتنا پہچانتا تھا کہ سوال و جواب کی ضرورت محسوس ہی نہ ہوئی تھی۔ اُس کے تنے بازو اور کڑے تیور اس کی جسم کی خستگی کے باوجود بتا رہے تھے کہ وہ ہر نئی آفت اور معرکے کے لئے تیار ہے۔

اُفق سے پرے اِکا دُکا دھبے اس طرف نمایاں ہونے لگے۔ پیغمبرؐ کے اکثر ساتھی پُراشتیاق نظروں سے اُن دھبوں کا نظارہ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں اِن دھبوں نے لدے پھندے تعاقب گزاروں کی صورت اختیار کر لی۔ لوگ بھاگنے والے قیدیوں کو گردن، ہاتھوں اور کمر میں رسیاں اور پٹکے باندھ کر لا رہے تھے۔ سب قیدیوں کے ہتھیار لے لئے گئے تھے۔ اور انہیں تلوار کی نوکوں اور نیزے کی انیوں سے ہانک کر ایک طرف بٹھایا جا رہا تھا۔ اکثر لوگ بڑی بے صبری سے اپنے قیدیوں کی تلاشی لے رہے تھے اور کھینچ کھینچ کر اُن کے زرہ بکتر اور ملبوس اُتار رہے تھے۔ ایک دو

شخصوں نے جلدی جلدی اپنے پُرانے جوتوں کا تبادلہ قیدیوں کے نئے جوتوں سے کر لیا تھا۔ کئی لوگ چھوٹی موٹی قیمتی چیزیں اپنی پُرانی اور کم قیمت چیزوں سے بدل رہے تھے۔ چند ایک چہرے ایسے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں لوٹ کی کوئی نہ کوئی چیز تھی اور اُن کی تشویش ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اُنہیں کہیں چھپانا چاہتے ہیں۔ ایک غیر گنجان چھوٹی چھوٹی داڑھی والا صحابیؓ کنکھیوں سے پیغمبرؐ اور اُس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتا جاتا اور ساتھ ہی ساتھ بغل میں ایک سرخ چادر کو سمیٹتا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ پیشاب کے بہانے صفوں کے پرلی طرف ویران جھاڑیوں کے پاس چلا گیا۔ جب واپس آیا تو دو تین باتشویش چہروں نے اُس کا جائزہ لیا۔ چادر کی غیر موجودگی نے اُن کے چہروں پر حسد کے جذبات پیدا کر دیئے۔ اُن کے چہرے اُس دبی دبی کیفیت کا اظہار کرنے لگے جو کسی کو بلا شرکتِ غیرے کسی نفع سے بہرہ یاب ہوتا نہیں دیکھ سکتے ——— لاشوں میں اب بھی کچھ لوگ پھر رہے تھے اور اُن کی کرم فرمائی سے قریباً تمام لاشیں برہنہ ہو چکی تھیں۔ علیؑ نے ایک خشمناک نگاہ تعاقب سے لوٹنے والوں پر برسائی۔ اُس کی نظریں زبانِ حال سے کہہ رہی تھیں کہ یہ کام غیر ضروری اور ناقابلِ قدر ہے۔ اُس کے چہرے کے غضب آلودہ آثار بتا رہے تھے کہ اصولی طور پر وہ تعاقب کو سفلہ پن خیال کرتا تھا۔ معاً علیؑ کی یہی تیز نظریں سامنے سے آتے ہوئے لمبے، دُبلے اور غیر متوازن چال والے عبداللہؓ بن مسعود پر پڑیں۔ عبداللہؓ کندھے پر ایک لمبی زرہ ڈالے ہوئے تھا۔ اُس کے دائیں ہاتھ میں ایک خود اور دو تلواریں اور کچھ اور اسلحہ پکڑا ہوا تھا۔ بائیں ہاتھ میں ایک کٹا ہوا سر بالوں سے پکڑ کر لا رہا تھا۔ سر کی ہوا سے ہلتی لمبی داڑھی۔ بڑی بڑی مونچھیں۔ لمبی گردن اور چوڑی اُونچی پیشانی اُس کے باحیثیت ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔ عبداللہؓ نے علیؑ کی تیز نظروں کی طرف دیکھا اور گھبرا کر ہدک سا گیا دوسرے لمحہ وہ ابوجہل لعہ کا سر فخر کے ساتھ پیغمبرؐ کے سامنے پیش کر رہا تھا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

جناب زینبؑ اور منازل جہاد

(از سید محمد یحییٰ علی شاہ صاحب نقوی البخاری نائب صدر ادارہ معارف اسلام)

(آخری قسط)

تو بس یہ سننا تھا کہ دختر امیر المومنینؑ نے آنکھوں سے آنسو پونچھے گریہ کو ضبط کیا اور اونٹ پر ذرا سنبھل کر بیٹھ گئیں اور اس شیطانی ماحول پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ اور اشارہ انگشت سے خاموش ہونے کا حکم دیا اُسی انداز سے جس انداز سے صبح عاشور دشمن کی فوج کے سامنے آخری خطبہ پڑھنے کے لئے بھائیؑ نے فوج کو خاموش ہونے کا حکم دیا تھا وہ اس طرح کہ امامؑ نے عمر سعد سے فرمایا کہ شور و غل کو روک دے مجھے کچھ تجھ سے کہنا ہے اُس نے فوج کو خاموش رہنے کا حکم دے دیا آواز طبل بند ہو گئی۔ امامؑ نے فرمایا ان اونٹوں اور گھوڑوں کو بھی روک دے کہ یہ شور نہ مچائیں۔ تو اُس نے عرض کی فرزند رسولؐ میری حکومت ان جانوروں پر نہیں ہے۔ تو امامؑ نے اشارہ انگشت سے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ جانور خاموش ہو گئے۔ وہ امامؑ کی انگشت کے اشارہ کا اثر تھا آج بہن اُسی اشارۂ انگشت سے اس شیطانی ماحول کو خاموشی کا حکم دے رہی ہے۔ خدا کی قسم وہی اثر ہوا کہ اس شیطانی ماحول میں کامل سناٹا چھا گیا جانور تک خاموش ہو گئے۔ اگر اس اشارہ انگشت میں معجزہ کا اثر نہ ہوتا تو اس ماحول میں ایک غریب اور بیکس عورت کی نحیف و زار آواز کیا اثر پیدا کر سکتی تھی شہزادی نے مجمع کو مخاطب کیا اور باندازِ عصمت بشانِ امیر المومنینؑ خطبہ ارشاد فرمایا۔

"ایھا الناس جو نہیں جانتا وہ جان لے جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں پیغمبرؐ اسلام کی نواسی ہوں۔ تمہارے خلیفہ امیر المومنینؑ علیؑ کی بیٹی ہوں۔ میری ماں سردار زنانِ عالم ہیں۔ میرے بھائیؑ سردار جوانانِ جنت ہیں۔ میں اُس حسینؑ کی بہن ہوں جن کو ہزاروں خطوط لکھ کر تم نے بُلایا تھا۔ لیکن جب ہم آئے تو تم نے دغا کی۔ مردوں کو قتل کیا عورتوں کو اسیر کر کے دربدر پھرا رہے ہو۔ تمہارے رسولؐ کے نواسے کی لاش بے غسل و کفن کربلا کے جلتے ہوئے میدان میں پڑی ہے۔

شہزادی کی طاقت بیان اور کلمۂ حق کی تاثیر تھی کہ بزم خوشی مجلس غم سے بدل گئی۔ علیؑ کا لب ولہجہ یاد آ گیا۔ در و دیوار کو رزے واعلیا وا محمدا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ لوگ ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ شہزادی نے پھر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو کتابوں میں یادگار ہے۔ فرمایا :۔

"اے اہل کوفہ! اے اہل مکر و دغا! تم کیا روتے ہو۔ تمہارے آنسوؤں کو رکنا نصیب نہ ہو۔ اور نوحہ و فریاد کی ان آوازوں میں سکون نہ ہونے پائے۔ تمہاری مثال اُس عورت کی سی ہے جو اپنا تاگا مضبوط بٹ کر توڑ ڈالے۔ تم اپنی قسمتوں کو اپنے مکر و فریب کا حیلہ قرار دیتے ہو۔ تم حسد۔ بدی۔ غیبت کے سوا کچھ نہیں رکھتے۔ گویا تم اُس گھاس کی مانند ہو جو کوبہ پر اُگی ہو۔ یا اُس چاندی کی شکل ہو جس سے کسی قبر کو سجایا گیا ہو۔ تمہارے نفسوں نے برے اعمال پیش کئے۔ جن کے سبب خدا تم پر غضبناک ہے اور تم ہمیشہ عذاب خدا میں مبتلا رہوگے۔ تم کیا روتے اور نالہ و فریاد کرتے ہو۔ بیشک تم اسی کے مستحق ہو۔ بہت کم اور روؤ زیادہ۔ تمہارے دامن عمل پر وہ بدنما داغ ہے جسے تم چھڑا نہیں سکتے۔ اور فرزند خاتم الانبیاءؐ کے خون کا دھبہ کیونکر چھڑاؤ گے۔ وہ فرزند جو جوانانِ جنت کا سردار تھا تمہارا جائے پناہ، محل امن، تمہارے زخموں کا طبیب، تمہاری ہدایت کے لئے دلیل واضح، تمہارا راہ نما۔ خدا تمہیں برباد و ہلاک کرے۔ تم نے رسولؐ خدا کے جگر کو چاک کر ڈالا۔ اور اُن کی محترم ذریت کو بے پردہ کر دیا اور کیسی خون ریزی اور بے حرمتی کی۔ کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ آسمان سے خون برسا۔ یہ تو کچھ نہیں۔ آخرت کا عذاب اس سے کہیں شدید ہوگا اور اُس وقت نہ کوئی تمہارا محسن ہوگا نہ مددگار۔ اس چند روزہ مہلت پر مغرور نہ ہو۔ خدا کو جلد بازی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ نہ اُس کو موقع کے نکل جانے کا خوف ہے اور نہ جہنم کی عدول حکمی کا اندیشہ۔"

شہزادی یہیں تک کہنے پائی تھیں کہ حالت یہ ہوئی کہ مجمع میں رونے سے کہرام مچ گیا وہ عورتیں جو زرق برق لباس و زیورات پہنے تھیں۔ اُتار اُتار کر پھینکنے لگیں سینکڑوں عورتوں نے اپنے آپ کو کوٹھوں سے گرا کر ہلاک کر لیا۔ ماحول سے متاثر ہو کر شہزادی کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے ——— سر پٹک لیا۔ پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ مجمع میں انقلابی کیفیت رونما ہوئی۔ آثار قیامت پیدا ہو چلے۔ سید سجادؑ پھوپھی کے قریب آئے فرمایا۔

"اے پھوپھی اماں۔ انت عالمۃ غیر معلمۃ و انت فھیمۃ غیر مفھمۃ۔" یعنی اے پھوپھی اماں۔ آپ تو وہ عالمہ ہیں جن کو کسی نے پڑھایا نہیں۔ آپ وہ سب کچھ جانتی ہیں جو کسی نے بتلایا نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ آپ کے الفاظ اور آپ کے نالے کیا اثر پیدا کر رہے ہیں۔ اے پھوپھی اماں آپ کی تقریر نے میرے دل کو پاش پاش کر دیا ہے۔ آپ دیکھتی ہیں کہ عرشِ الٰہی ہل رہا ہے۔ ساکنانِ فلک میں کہرام مچا ہوا ہے۔ یہ امامؑ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ کہ جن کا تعلق علمِ امامت سے ہے۔ جب امامؑ نے عالمہ غیر معلمہ کی سند دے دی تو اس کا یہ مطلب ہے کہ شہزادی زمین سے لوحِ محفوظ کا مطالعہ کیا کرتی تھیں شہزادی کی نگاہ حجابوں کو توڑ کر عرشِ الٰہی کو دیکھ رہی ہے۔ جب ہی تو امامؑ فرماتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ تو خود دیکھ رہی ہیں کہ قیامت کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ شہزادی نے اس کی تصدیق بھی کی کہ ہاں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ میری ماں بال کھولے ہوئے آسمان پر سر پٹک رہی ہیں۔ تو میں بیٹا کیوں نہ سر پٹکوں۔ اب معلوم ہوا کہ حسینؑ مظلوم نے بہن کو کیوں منع فرمایا تھا۔ کہ زیادہ آہ۔ نالہ و فریاد نہ کرنا۔ امام حسینؑ زینبؑ کے مرتبہ سے واقف تھے جانتے تھے کہ اس ماں کی بیٹی ہے۔ اور اسی ماں کے کمالات کی حامل ہے جس نے بعد وفاتِ رسولؐ جب مسجدِ نبوی میں بوقت طلبی امیر المومنینؑ بہ اندازِ رسالت خطبہ پڑھا تھا تو در و دیوارِ مدینہ سے وا محمداہ کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں اور جب مصائبِ زمانہ کی فریاد کی تھی تو آثارِ قیامت رونما ہو گئے تھے۔ دریائے قہرِ الٰہی جوش میں آ گیا تھا۔ مگر امیر المومنینؑ نے بازو پکڑ کر معصومہؑ کو بین کو ہٹایا تھا کہ سیدہ دیکھو قیامت برپا ہو جائے گی۔ صبر کرو۔ لہٰذا امامؑ نے بہن کو اسی لئے زیادہ نالہ و فریاد آہ و فغان نہ کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ وہاں امیر المومنینؑ نے آثارِ قیامت ملاحظہ فرما کر سیدۂ عالمؑ کو خاموش کیا تھا۔ یہاں بھتیجے نے جو امامت پر فائز تھا حالاتِ فلک کا شاہد ہو کے اپنی پھوپھی ثانیٔ زہراؑ سے خاموش رہنے کی استدعا پیش کی اور جب یہ کہا۔ کہ میرا دل پاش پاش ہوا جا رہا ہے تو بھتیجے کی محبت نے جوش مارا۔ اور اپنی تقریر کا سلسلہ ختم کیا۔ یہ ہے کمالات سیدۂ عالم معصومہ کونین فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کا۔ جو تدریجی ظاہر ہو جو ثانیٔ زہراؑ کے ذریعہ منظرِ عام پر آیا جس کی مثال تا قیامت ممکن نہیں۔

بلاغتِ زینبؑ :-

آپ معظمہ کے نانا بزرگوار اور پدرِ نامدار کی فصاحت و بلاغت کا سکہ چار دانگِ عالم میں رہیگا اور قرآن کریم معجزۂ علم ہے اور آئمۂ طاہرینؑ نمونۂ عمل ہیں۔ آپ کا برادرِ والا قدر جناب سید الشہداء علیہ السلام

زینبؑ نے اپنے نسب شریف کو کہ محمدؐ کی نواسی، علیؑ کی بیٹی اور حسنینؑ کی بہن ہیں اپنی بلندیٔ ہمت و شجاعت سے ظاہر کر دیا۔ (ماخوذ از ابوالشہدا ص۲۰ طبع مصر)

فاطمی و علوی دہن سے بلاغت کے کوثر و تسنیم بہہ رہے تھے۔ ان کے بچوں اور عورتوں کی خطابت پر دنیا حیرت سے انگشت بدنداں رہ گئی۔ بشیر بن خذیم اسدی نے جناب زینب صلوات اللہ علیہا کی تقریر پر جو تبصرہ کیا ہے:-

"بخدا میں نے جناب زینبؑ سے زیادہ طلیق اللسان عورت نہیں دیکھی گویا وہ امیرالمومنینؑ کی زبان سے بول رہی تھیں۔" (لہوف ص۳۳)

دربار ابن زیاد میں جب مجبوراً حضرت زینبؑ کو زبان کھولنا پڑی تو ابن زیاد حضرت کی بلاغت سے بوکھلا اٹھا۔ اپنی ناکامی کی شرم دور کرنے کے لئے کہنے لگا۔ یہ بڑی قافیہ باز ہیں۔ زینبؑ تمہارے باپ بھی بڑے قافیہ باز تھے۔ ثانیٔ زہراؑ نے فرمایا۔ بھلا عورت کو قافیہ بندی و شاعری سے کیا تعلق اور میں اس عالم میں ہوں کہ مجھے قافیہ بندی کا ہوش کہاں۔ یہ دل کی آواز تھی جو زبان سے نکل گئی۔ (تاریخ ابن اثیر ۴/۳۳)

جناب ام کلثوم کی کوفہ کی تقریر سن کر قبیلہ بنی جعفر کے ایک کہن سال نے آنسو بہاتے ہوئے یہ شعر نہیں پڑھا۔

کهولهم خیر الکهول و نسلهم اذا عُدّ نسل لا یبور ولا یخزی۔	تمہارے ادھیڑ عمر کل ادھیڑ عمر والوں سے بہتر ہیں۔ یہ نسل نہ ہلاک ہو سکتی ہے نہ رسوا ہو سکتی ہے۔

(بلاغات النساء مطبوعہ مصر ص۲۹)

ختم

کا زبانِ حال سے یہ فرمانا ہے

ان کان دین محمدٍ لم یستقم
اگر میرے نانا کا دین اُس وقت برقرار نہیں رہ سکتا
الا بقتلی یا سیوف خذی بنی
جب تک کہ میرا قتل عمل میں نہ آئے تو اے خون آشام تلوارو! آؤ یہ جسم حاضر ہے۔

آپ کی بہنیں عالمِ غیر معلم جناب زینبؑ و اُمِ کلثومؑ نے بازار کوفہ و شام اور دربارِ ابن زیاد و یزید میں ایسے پُرزور خطبے ارشاد کئے کہ سننے والے یہ کہتے تھے۔ "کانہا تفرغ عن امیر المومنین" "گویا علیؑ کی شمشیرِ زبان کام کر رہی ہے۔ بازار کوفہ میں جہاں ہزاروں انسانوں کی چیخ پکار، شور و غوغا سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی یہ شریکۃ الحسینؑ ہی کا کام تھا کہ جب اشارہ کر کے آپ نے خاموش ہو جانے کا حکم دیا۔ تمام آوازیں رُک گئیں۔

وقد اومات الی الناس ان اسکتو فارتدت الانفاس وسکنت الاصوات

کسی نے سانس تک نہ لیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ شہر و بازار نہیں ایک سنسان بیابان ہے۔

اسی خاموشی اور سناٹے کے عالم میں آپ نے فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ نہیں بلکہ بجلی شرر بار ہے۔ جو گر گر کر لوگوں کو بے جان بنا رہی ہے۔ لوگ اپنے ہاتھوں سے منہ بند کئے رو رہے تھے۔ حیران و ششدر تھے۔ ادھر آپ نے کلام کو ختم کیا کہ ایک بوڑھے نے بڑھ کر یہ کہا:۔

بابی انتم وامی کہولکم خیر الکہول و شبابکم خیر الشباب و نساؤکم خیر النساء و نسلکم خیر النسل لا یخزی ولا یبتزی

اے آلِ محمدؐ میرے ماں باپ فدا ہوں تمہارے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں اور تمہارے جوان بہترین جوان ہیں۔ اور تمہاری عورتیں بہترین زنان ہیں تم کو کوئی ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔

خطابت پر یہ اقتدار حسینؑ مظلوم نے روزِ عاشور کربلا میں دکھلایا تھا یا اب اُن کی بہن جناب زینبؑ بازار کوفہ میں اسی اقتدار کو دنیا کے سامنے پیش فرما رہی ہیں۔

آفت و مصیبت کے اس دردناک سفر میں جو بڑے بڑے مردوں کی ہمتوں کو پست کر دے جناب

(ذریعۂ معارف کا تعارف) توحید اور زندہ جاوید معرفت و عمل

فکرِ مذہب اقبالؔ اور ہم سب

(نتیجۂ فکر محقق لاثانی و مورخ بے بدل ڈاکٹر عسکری بن احمد دام اللہ فیوضہم)

(آخری قسط)

۵۔ حریت و عبدیت :۔

بندۂ غیر اللہ کُھل جانے کے بعد انسان مادر پدر آزاد نہیں ہو جاتا۔ بلکہ حدود اللہ کے قیود اور حقوق العباد اللہ کے دائروں میں رہنا پڑتا ہے۔ مکمل تحمل نا ممکن ہے۔ عبدیت کا تقاضا یہی ہے۔ ؎

تا عصائے لا الہ داری بدست ہر طلسمِ خوف را خواہی شکست

جب تک عصائے لا الہ ہاتھ میں نہ ہو، طلسم ہوشربا یعنی خوف کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ قوائے مخفیہ اور رگ لاتِ خوابیدہ کا نام علامہ اقبالؔ کے ہاں "خودی" ہے۔ اور خودی کا سِر نہاں لا الہ الا اللہ ہے۔ ان خوابیدہ قوتی کو کما حقہٗ بیدار و باعمل کرنا عملی توحید کا کام ہے۔ ؎

جہاں کی روح رواں لا الہ الا ھُو
مسیح و شیخ و چلیپا یہ ماجرا کیا ہے

جہاں کی روح رواں اور خودی کا سِر نہاں لا الہ الا ھُو —— "ہاں! معرفت و عمل کی جاں —— "بیشک بے گماں"!

جہاں کا سر نہاں لا الہ الا ھُو
زمیں سے تا بہ ثریا تمام لات و منات

انما ھو اللہ واحد —— یگانہ و یکتا معبود تو وہی اللہ ہی ہے۔ روح ایمان ھو اللہ واحد ہی ہے۔

ہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اتر گیا جو ترے دل میں لا شریک لہٗ

اور اگر کلمہ توحید کو ایمان بالتوحید اور عمل نہ بناؤ تو

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الٰہ الا
لغتِ غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

انسانی قوتیں عمل آزاد ہوئے۔ عرفان نفس ہوا۔ سخر لکم ما فی الارض جمیعا نے قوتِ فطرت کو غلام بنانے میں مدد دی۔ اور جب قوتِ بشری اور قوتِ کائناتی غلام بن گئے تو انسان خلیفہ فی الارض ہو گیا۔

۶۔ **مساوات:۔** ایمان بالتوحید "من و تو" شاکر کل مومن اخوۃ (یعنی مومن بھائی بھائی ہیں) کی راہ پر چلاتا ہے۔

کل مومن اخوۃ اندر دلش
حریت سرمایہ آب و گلش

توحید سے موحد کے دل میں مساوات اور آب و گل میں حریت آتی ہے۔ کلمہ گو سب مساوی ہیں۔ کیونکہ کلمہ توحید کے پڑھنے والے ہیں۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لا الٰہ الا ھو
نہ مے، نہ شعر، نہ ساقی نہ شور چنگ و رباب
سکوت کوہ و لب جوئے و لالۂ خود رو
میرا سبو چہ غنیمت ہے اس زمانے میں
کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدو

مسلمانوں نے مساوات کا مطلب غلط لے لیا۔ حتیٰ کہ انا بشر مثلکم کو بھی اپنے جیسا "بندہ بشر" سمجھ لیا۔ جو خطا کار بھی ہو جاتا ہے اور ہذیان کا شکار بھی۔ ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر۔ قدرتِ قادرِ مطلق نے ہر انسان کو قوتیں اور ہوئی ایک جیسی ودیعت کی ہیں۔ لہٰذا استعداد اور بالقوی (POTENTIALLY) ہر بشر برابر ہے۔ مگر بالفعل ایک کو دوسرے پر سبقت ضرور حاصل ہو سکتی ہے۔ انظر کیف فضلنا بعضھم علیٰ بعض (پ) خود ہی غور کرو کہ کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت ہے ـــــ ختم المرسلین وہ "بشر" ہیں جن میں ہوئی نام کو بھی نہیں اور قوتیں "معراج" پر ہیں۔

نکتہ سنجاں را صلائے عام دہ
از علوم اُمّیٔ پیغام دہ
اُمّیٔ پاک از ہوئیٰ گفتارِ او
شرح رمز ما غویٰ رفتارِ او

نکتہ سنجوں کو صلائے عام دے اور ایک اُمّی کے علوم سے پیغام دے۔ وہ اُمّی جس کی گفتار (قرآن و حدیث) ہوئیٰ سے پاک ہے اور جس کی رفتار ما غویٰ (راست روی) کی بہترین شرح ہے۔

مسلماں را ہمیں عرفان و ادراک
کہ در خود فاش بیند رمز لولاک
خدا اندر قیاسِ ما نہ گنجد
شناس آں را کہ گوید "ما عرفناک"

مسلمان کے لئے یہی عرفان و ادراک کافی ہے کہ وہ اپنی ذات میں رمزِ لولاک دیکھے۔ خدا تو ہمارے قیاس و قیاد میں آنے سے رہا۔ اس کو ہی پہچان جس نے کہا تھا ما عرفناک۔ خدا نے فرمایا تھا لولاک لما خلقت الافلاک۔ کہ اے محمدؐ۔ اگر میں تم کو پیدا نہ کرتا تو کائنات میں سے کچھ بھی نہ بناتا۔ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔

ما عرفناک حق معرفتک

یا الٰہی میں تجھے اس قدر نہیں پہچان سکا جس قدر کہ تیرے پہچانے جانے کا حق ہے

ما عرفنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری

۷- **لا و الّا** :- ماسواء اللہ سے لا یعنی تبرّا یعنی منہ پھیرنا۔ اور اللہ سے محبت و تولّا یعنی منہ لگانا ـــــــــ ہر جذبہ جو جبلّت سے وابستہ حرص و طمع ہے۔ ہوٰی و ہوس کے لات و منات اور لالچ و نیاوی کے سومنات اور مُحبت خانہ تصوّرات کو ضربِ لا سے توڑ چکنے کے بعد الا اللہ یعنی تولّا ئے تعالیٰ کا مقام پیدا ہوتا ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حباً للہ (بقرہ)

بعض لوگ خدا کے شریک بنا لیتے ہیں۔ اور ان شرکاء سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی خدا تعالیٰ سے رکھنی چاہیئے۔ مگر ایمان والے لوگ اشد حبًا للہ بڑی شدت سے اللہ سے پیار کرتے ہیں۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیلؑ
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

نہ تخت و تاج میں' نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

میرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب
نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

ہر "غیر از اللہ" اور سب قراعنہ عصر سے انکار سراسر کرنے والے کو علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے قلندر کا نام دیا ہے۔ جہاں کے صنم کدہ میں شرک، شرکِ عظیم، شرکِ خفی، شرکِ باطنی، شرک فی الاسباب، شرک فی النیات، معاملات میں شرک پائے جاتے ہیں۔ ان کے خلاف شمشیر لا الٰہ کو کھینچ۔ شرک و توحید اور باطل و حق کی حرب و ضرب میں توحید حق کی طرفداری کر ——— ہر قسم کے بند غیر اللہ (شرک) کو لا الٰہ شکست دیتا ہے۔ اور ہر منافی توحید اصول و نظریے اور عمل کی غلامی سے نجات دیتا ہے۔

(ب) حرف لا :-

نہادِ زندگی میں ابتداء "لا" انتہاء "الا"
پیامِ موت ہے جب "لا" ہوا "الا" سے بیگانہ

وہ ملتِ روح جس کی "لا" سے آگے نہیں بڑھتی
یقیں جانو ہُوا لب ریز اس ملت کا پیمانہ
"پیامِ موت ہے جب "لا" ہوا "الا" سے بیگانہ

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مے "لا" سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ "الا"

دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے
بہت نیچے سُروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا

لا بغیر الّا کے باعث واویلا ہے۔ اس تہذیب و تمدن کا پیمانۂ حیات لبالب ہے۔

(ج)۔ الّا :۔

کردہ کارِ خداوندان تمام
بگذر از لا جانب الّا خرام

اے ہوس تو منکر خدا ہو گیا۔ اب لا (نفی معبود) سے ہٹ کر جانب الّا (اطاعت معبود حقیقی) رجوع کر۔

از دیر مغاں آیم بے گردش صہبا مست
در منزل لا بودم از بادۂ الّا مست

یعنی میں دیر مغاں سے بے گردش صہبا مست (بے پئے مست) آرہا ہوں میں منزلِ لا (ہوا و ہوس کی نفی) میں شراب الّا (توحید و معرفت) سے مست تھا۔

(د)۔ لا اور الّا دونوں :۔

لا و الّا احتساب کائنات
لا و الّا فتح باب کائنات
ہر دو تقدیرِ جہانِ کاف و نون
حرکت از لا زاید از الّا سکون

یعنی جہانِ کُن فیکون کی تقدیر لا و الّا ہے۔ تمام اشیاء کی حرکت لا (نفی شرک) سے پیدا ہوتی ہے اور ان کا قرار الّا (اثباتِ معبود) پر ہوتا ہے۔

لا و الّا ساز و برگ امتاں
نفی بے اثبات مرگ امتاں

لا اور الّا امتوں کا ساز و سامان ہیں۔ اسبابِ حیاتِ امت ہیں۔ نفی بے اثبات یعنی الّا کے بغیر لا امتوں کی موت ہے۔

تا دو تیغ لا و الّا داشتیم
ما سوا اللہ را نشاں نگذاشتیم

یعنی جب تک ہم لا و الّا کی دو تلواریں رکھتے تھے۔ تب تک ماسوا اللہ کے نشان کو مٹاتے تھے۔

(ر) الّا اللہ محض :۔

خیمہ در میدان الا اللہ زدست
درجہاں شاہد علی الناس آمدست

یعنی مردِ مومن نے میدانِ الا اللہ (اثباتِ توحیدِ الٰہی) میں خیمہ لگالیا ہے۔ چھاؤنی چھالی ہے۔ اسی لئے وہ شاہد علی الناس بن کر آیا ہے ——————

کلمہ شہادت ہی سے مومن شاہد بنتا ہے۔

۸۔ لا شریک لہ کے دشمن :۔

معرفت و عمل کی روح لا الٰہ الا اللہ ہے۔ ایمان بالتوحید مسلمانوں میں کئی وجوہ سے کمزور پڑ گیا۔ چیدہ چیدہ یہ ہیں :۔

حریفِ نکتہ توحید ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہئے اسرار لا الٰہ کیلئے

جوہر میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گو فرنگیانہ

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

کھلے ہیں سب کیلئے غربیوں کے میخانے
علوم تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تیری
ترے بدن میں اگر سوزِ لا الٰہ نہیں

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش
مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدن ، تصوف ، شریعت ، کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام

بہ بند صوفی و ملا اسیری
حیات از حکمتِ قرآں نہ گیری

یونانی حکمت ، فرنگیانہ تعلیم ، مدرسہ متکلمین کی تربیت ، فقیہہ شہر کی قارونی ذہنی

نے مل کر توحید سے دل خود ہونے سے روکا۔ اور تمدن، تصوف، علم کلام اور شریعت سب بتانِ عجم کے پجاری بن گئے۔ سو دلِ مسلم زنار پوش رہا۔ اور حکمت قرآن سے سبق حیات لینے کے قابل نہ رہا۔
اب مسلمان کی حالت یہ ہے :-

ہے میرے سینۂ بے نور میں اب کیا باقی
لا الٰہ مُردہ و افسردہ و بے ذوقِ نمود

اور "درویش لا غالب الا اللہ نیست" یعنی اس کے دل میں لا غالب الا ھو نہیں ہے۔ غلبۂ حق اس پر نہیں ہے۔ ؎

مومناں با خوئے و بوئے کافراں
لا الٰہ گویان و از خود منکراں
"امرِ حق" گفتند نقش باطل است
زانکہ او وابستۂ آب و گل است

کافر کی خوبُو رکھنے والے مومن دیکھے ہیں جو لا الٰہ تو کہیں مگر خودی سے منکر ہوں۔ خودی کو لا الٰہ سے صیقل نہ کریں۔ امر ربی (روح) کو وہ نقش باطل کہیں۔ کیونکہ وہ آب و گل سے وابستہ ہے۔ اگرچہ یہی روح جب لا الٰہ الا اللہ سے رنگ لے تو مومن بنے۔

۹۔ مقامِ مسلم :- مسلمان کا مقام یہ ہے کہ اس کی ظلمت کدہ "ایمان بالتوحید" کی ضو سے روشن ہو۔ اور اس کے ہاتھ میں قل ھو اللہ احد کی شمشیر جگردار ہو۔

ماسوئے اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

مسلمان ماسوا اللہ کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی فرعون کے سامنے سرنگوں نہیں ہو سکتا۔

"مردِ سپاہی" ہے وہ اس کی زرہ لا الٰہ
سایۂ شمشیر میں اس کی پناہ لا الٰہ

مردِ مومن مجاہد کی زرہ و پناہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

قلب او را قوت از جذب و سلوک
پیشِ سلطاں نعرۂ او لا ملوک

دلِ مسلم کی قوت اگر جذبِ حق اور سلوک لا الٰہ الا اللہ سے ہو تو وہ مسلمان سلطانِ وقت

کے منہ پر لا ملوک کا نعرہ لگاتا ہے۔

ہر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید
تیغ او در سینۂ او آرمید

جس کسی نے بھی "غیر اللہ" کے لئے خنجر آزمائی کی۔ اسی کی تیغ اسی کے سینے میں آرپار ہوئی۔ "خوردہ" لا قیصر و کسریٰ کہ داد؟" کس نے لا قیصر و لا کسریٰ کا مژدہ سنا دیا۔ نعرۂ لا قیصر و کسریٰ کہ زد؟ کس بزرگ نے یہ نعرہ لگا دیا۔

فتعالی اللہ الملک الحق لا الٰہ الا ھو الخ مومنون
اللہ تعالیٰ ہی ملک برحق ہے۔ وہی لا الٰہ الا ھو ہے۔ لا ملوک الا ھو ہے۔

"پختہ از قالوا بلیٰ پیمانِ او"

مسلمان کا پیمان قالوا بلیٰ سے مستحکم ہے۔ الست بربکم قالوا بلیٰ (پ۹) خدا نے روحوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ جواب ملا۔ بلیٰ۔ بیشک! یعنی مسلمان نے بلیٰ کہہ کر پختہ پیمانِ توحید باندھا ہے۔

یہی دین محکم یہی فتح باب
کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب

۱۰- قویٰ وھویٰ اور تقویٰ :-

قدرت کی طرف سے قویٰ وھویٰ انسان کو ودیعت کی گئی ہیں بلقوہ ہر فرد بشر میں ہے۔ ہم اُوپر بیان کرچکے ہیں کہ سید البشرؐ میں ھویٰ پر پورا قابو اور قویٰ جبری کو معراج نصیب ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
یا صاحب معراج و یا سید البشر
لا الٰہ تیغ و دم او عبدہٗ ع
فاش تر خواہی بگو ھو عبدہٗ

لا الٰہ تیغ ہے اور اس کا دم (آب و تاب) بندہٗ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (بندۂ حق، بندۂ خدا ہے) اگر فاش کہوں تو یوں ہے کہ ھو عبدہٗ ہی جاتا ہے۔ بندۂ حق، حق بن جاتا ہے۔

"عشق حق آمد سراپا حق شود"

یعنی عشقِ حق آیا کہ سراپا حق بن جاتا ہے — عبدیت کا کمال یہی ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً۔ (کہف)

کہہ دے اے رسول کہ میں بھی تم جیسا بشر ہوں (مگر) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود یکتا و واحد ہے۔ پس جو کوئی بھی اپنے رب کے لقاء کا آرزومند ہو تو اسے اعمال صالح کرنے چاہئیں اور اپنے رب کی عبادات میں کسی ایک کو بھی شریک نہ کرے۔

با تقویٰ کمالات کو بالفعل بنا دیا جائے اور ان کو لا و الا ایمانی (زیور ایمانی) سے آراستہ کر دیا جائے اور ھویٰ نفسانی کو قیود لا الٰہ الا اللہ کا پابند بنا لیا جائے تو یہی اخلاق اللہ کا جنہ زیب تن کرنا ہے۔ تخلقو باخلاق اللہ یہی ہے۔ صبغۃ اللہ یعنی خدائی رنگ لے لینا یہی ہے۔ اثبات حیات اور نفی حیات میں عمل ایمان بالتوحید کو ہی تقویٰ کہا گیا ہے۔ صاحب تقویٰ ہی مسلم حنیف ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (پ ۲۶) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہی مکرم ہے۔ جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے ———

عبادات کا احسن وہ جذب و سلوک ہے جس میں ھویٰ (فحشاء و بغی و المنکر) کو ضرب لا الٰہ سے قتل کیا گیا ہو اور قویٰ بشری کو الا اللہ کے قیود و حدود میں از طرف معراج انسانی پرواز دی گئی ہو۔ یہی کیفیت و حالت انسان کو متقی بناتی ہے۔ اور تقویٰ کا اندازہ مرد متقی کے معاملات سے ہوتا ہے۔ کہ وہ معاملات میں عدل پھیر ہوتا ہے ———

اصول دین توحید و عدل موحد یعنی کردار و سیرت مومن (طہارت و تقویٰ) پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور یہی عمل ایمان بالتوحید و عدل ہے۔ عدل معاشری و مساوات مجلسی پہ مجبور کرنے والی کیفیت کی بنا طہارت و تقویٰ ہے۔

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ
عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

عشق حق جبھی نام و ناموس و ننگ والا ہو سکتا ہے جب تو اپنے قلب کو خدائی رنگ میں رنگ لے۔

۱۱۔ امام الموحدین :- (شہید و زندۂ جاوید اور توحید)

حیات انسانی دو قوتوں پر مشتمل ہے قوتی و ھویٰ۔ یعنی قوت حقہ و باطلہ۔ مرد مومن وہی ہے جس کے کردار سے تقویٰ ٹپکے۔ تقویٰ قوت حقہ کا احساس، نمود و نمائش اور نشو و نما ہے۔ اسلام

وہ آئین ہے جو انسان کو مردِ حق (مومن و متقی) بناتا ہے۔ اس کے قواعد و ضوابط سے قوتِ حقہ کی پرورش ہوتی ہے اور قوتِ باطلہ (ابلیسیت) کو مٹایا جاتا ہے۔ اسے نیست و نابود کیا جاتا ہے۔ مومنیت یا حیاتِ صالحہ یہی ہے کہ قوتِ باطلہ مغلوب ہو اور قوت حقہ غالب ہے۔ یہی "نیابتِ حق" کا حق ہے۔ باطل شکن اور حق پرور ہی حق لاصفات ہے۔

محمد عبد الغنی نیازی کا مضمون "اقبال کا تصورِ توحید" مطبوعہ اقبال مجلہ بزم اقبال لاہور اپریل ۱۹۵۳ء اس وقت میرے پیشِ نظر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آمد پدید
زندہ حق از قوتِ شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

موسےؑ و فرعون اور شبیرؓ و یزید پلید حیات کی دو قوتیں ہیں۔ قوتِ حقہ حضرت موسےؑ اور حضرت شبیرؓ ہیں۔ اور قوتِ باطلہ ابلیسیت کے پیکر فرعون اور فرعونِ ثانی یزید ہیں ——— زندہ حق از قوتِ شبیری است و قوتِ شبیریؓ "حیاتِ حق" کی بنیاد ہے ——— فرعونِ کربلا یزید ہے اور موسیٰ کربلا حضرت حسینؓ ابن علیؓ ہیں۔

ڈاکٹر اقبال کے نزدیک لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر کتابوں میں نہیں بلکہ "اسوۂ حسینیؓ" میں تلاش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جناب امام حسین علیہ السلام توحید کی زندہ تفسیر ہیں ——— "رمزِ قرآں از حسینؓ آموختیم" یعنی ہم نے قرآنِ مجید کے رموز کو امام حسینؓ سے سیکھا (عبد الغنی نیازی)

ع
اہلِ حق را رمزِ توحید از بر است
در اتی الرحمٰن عبداً مضمر است

اہلِ حق کو رمزِ توحید ازبر یاد ہے۔ جو اتی الرحمٰن عبداً کی آیت میں مضمر ہے
ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اتی الرحمٰن عبداً (پ ۱۶)
زمین و آسمان کی کل مخلوق اللہ کے حضور غلام بے بس و بے کس (عبداً) بن کر آتی ہے۔
توحید ہی سے بندہ و برخوردار بنتا ہے۔ عبدیت کی رمز توحید ہے۔

زانکہ در تکبیر رازِ بود تست
حفظ و نشر لا الٰہ مقصودِ تست

تیری بود و ہستی کا راز (SECRET OF LIFE) اللہ اکبر کے نعرہ میں ہے۔
تیری ہستی کا مقصود حفظ و نشرِ توحید ہے۔

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا اللہ گردیدہ است
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوانِ نجاتِ ما نوشت

امام الموحدین و المتقین حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام "بہر حق" خاک و خوں میں لوٹ پوٹ گئے۔ پس لا اللہ کی بنیاد بن گئے۔ آپ نے صحرائے کربلا میں الا اللہ کا نقش لکھا۔ کشتیٔ اُمت کی نجات کا عنوان لا الٰہ الا اللہ امامؑ نے روشن کیا۔

زندہ قوتِ توحید کو زندگی دینے والا زندہ جاوید ہے۔

ع　در میانِ اُمت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قل ھو اللہ در کتاب

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ امتِ محمدیہؐ میں ایسے ممتاز ہیں جیسے قرآنِ مجید میں سورۃ قل ھو اللہ احد ہے ـــــ سورۃ توحید اور اخلاص کی مکمل اور زندہ تفسیر امام حسین علیہ السلام ہیں۔

ـــــ توحید ہی حاصلِ قرآن و آئینِ اسلام ہے اور روحِ عملِ اسلام ہے۔ توحید و اخلاصِ عمل ـــــ معرفت اور عملِ خالص کے لئے مثالی پیکر (یعنی امامؑ عالی مقام) علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی نظر میں امام حسین علیہ السلام ہیں۔ جن کے والد بزرگوار موحدِ کامل کرم اللہ وجہہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور جن کا نعرہ انا قرآن ناطق تھا

بنو اُمیہ کہتے تھے کہ نہ کوئی وحی آئی نہ کوئی کتاب اتری۔

ان کے حسینؑ نے ثابت کر دکھایا کہ میں قرآن ناطق ہوں اور سبطِ رسولؐ نے کردار سے ثابت کر دیا قل ھو اللہ احد کی شان کیا ہے۔

حسینی قلندر:- اصل قلندری تو وہی ہے جو معرفت و عمل پر بنیاد رکھتی ہے۔ اور توحید و عدل پر عمل پیرا ہوتی ہے۔

علامہ اقبالؒ کا قلندر ـــــ "قلندر جز دو حرف لا اللہ کچھ بھی نہیں رکھتا" رمز لا اللہ سے واقف قوتِ باطلہ کے ہر مظہر سے برسرِ پیکار رہتا ہے۔ مگر الا اللہ سے بالکل واقفکار نہیں ہوتا۔

مگر حسینی قلندر قلندری طریقت میں اہم ترین سنگ ہیں۔ جو ایک خاص مسلک پر ہیں بس یوں سمجھیے کہ لا اللہ سے تعلق کے وقت وہ قاہر کامل۔ مشرک کے ہر مظہر کا سر پھوڑنے

(باقی صفحہ ۵۹ پر)

سالانہ رپورٹ

منجانب :-

جنرل سیکرٹری ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) لاہور

بابت سال اختتامی ۳۰ جون ۱۹۶۱ء

یہ رپورٹ جنرل سیکرٹری صاحب ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان لاہور نے ممبرانِ ادارہ کے سالانہ جلسۂ عام میں پیش کی جو کہ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۶۱ء بمطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بروز اتوار بوقت ۹ بجے دن برمکان علامہ الحاج مرزا احمد علی صاحب سرپرستِ اوّل ادارہ اندرون اکبری گیٹ لاہور منعقد ہوا۔

محترم سرپرستان ادارہ۔ صاحب صدر و معزز اراکین!

سلام علیکم

ادارہ کا گذشتہ سالانہ جلسہ ۳۱ جولائی ۱۹۶۰ء بمطابق ۶ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ زیرِ صدارت مولانا ملک مہدی حسن صاحب علوی منعقد ہوا تھا۔ جس کی کارروائی برائے تصدیق میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں :-

(کارروائی گذشتہ سالانہ جلسہ پڑھ کر سنائی گئی اور تصدیق کرائی گئی)

معزز حاضرین۔ گذشتہ سال پھر مجھے اس ادارہ کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی چند ماہ کے بعد میرے محترم عزیز غیاث الدین مدیر "معارف اسلام" نے مجھے مجبور کیا کہ ہمیں جو اخبار و رسائل برائے تبادلہ و تبصرہ آتے ہیں۔ ان پر زیرِ عنوان "بلیاخته و برجستہ" دلچسپ انداز سے تبصرہ و تنقید کی جائے اور یہ ڈیوٹی میرے سپرد کی گئی۔ جس کی وجہ سے ادارہ کے انتظامات۔ دفتر کی دیکھ بھال اور ڈاک کے جوابات و تعمیل کے علاوہ میرا کام اور

زیادہ بڑھ گیا۔ خیر حکم برادران کی تعمیل کر رہا ہوں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ یہ کوئی امیر ادارہ نہیں ہے۔ باوجود سرمایہ کی کمی اور ذرائع کی قلت کے میں نے اس مفید دینی و ملی ادارہ کے اغراض و مقاصد کے حصول کی پوری پوری کوشش کی ہے۔

ادارہ کا سرمایہ :-

جہاں تک ادارہ کے سرمایہ کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق تو مدیر مالیات مفصل روشنی ڈالیں گے ہم نے آج تک اپنے حسابات میں کوئی مد پوشیدہ نہیں رکھی۔ معمولی سے معمولی آمد اور معمولی سے معمولی خرچ کو بھی وضاحت سے ظاہر کر کے چھاپ دیا ہے۔ حسب معمول سال گذشتہ ہم نے جو کچھ کارگذاری کی ہے۔ اس میں ادارہ کی آمدن کا خیال کم کیا ہے اور ادارہ کے اغراض و مقاصد کے حاصل کرنے کی کوشش زیادہ کی ہے۔ یہ محض اس لئے کہ آپ کا یہ پر دعزیز ادارہ کوئی تجارتی ادارہ نہیں۔ بلکہ یہ محض ایک اصلاحی و تبلیغی ادارہ ہے جس میں ذاتیات سے بالاتر ہو کر تمام امور صحیح اسلامی نکتہ نگاہ سے پیش کرنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بغیر سرمایہ کے کوئی نشر و اشاعت کا کام نہیں ہو سکتا اسی لئے ہم زیادہ افراد کی خدمات حاصل کرنے سے محروم رہے ہیں۔ جن لوگوں نے بھی اس ادارہ کے ذریعے دامے درمے قدمے سخنے اور قلمے خدمت دین کی ہے۔ محض فی سبیل اللہ انھوں نے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ لہٰذا ان کی خدمات خلوص سے پر اور لائق صد جزاد آفرین ہیں۔ اگرچہ اس سال ادارہ کی بہت ہی کم مالی مدد کی گئی ہے۔ جس سے قومی بے حسی کا کافی ثبوت ملتا ہے اور ممکن ہے اس کی وجہ ہمارا پروپیگنڈا پر زیادہ رقوم نہ صرف کرنا ہو۔ بہرحال جو کچھ رقم آپ صاحبان کی طرف سے حاصل ہوئی ہم نے اس میں سے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ جن مقاصد کے لئے آپ نے ادا فرمائی ہم نے اس پر صرف کر ڈالی۔ گو ہمیں اس میں بعض اوقات سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ آمدنی قلیل اور خرچ زیادہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ فی سبیل اللہ چل رہا ہے۔ لہٰذا مشکلات کو عبور کرنا اور آئندہ مقاصد کے لئے بھی خود خدا تعالیٰ ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور انشاء اللہ کرتا رہے گا۔ امید ہے کہ آپ حضرات بھی ادارہ کی مالی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی امداد سے گریز نہ کریں گے۔

اشاعت لٹریچر :-

ادارہ کا ضروری اور اہم عمل تعلیمات اسلام بموجب فرمودات محمدؐ و آل محمدؐ کی اشاعت ہے اگرچہ یہ عمل ہر ماہ ماہنامہ معارف اسلام کے ذریعے بحسن و خوبی سرانجام دیا جا رہا ہے۔ مگر وقتاً فوقتاً

کتب و رسائل شائع کرکے بھی اس مقصد کو تقویت دی جاتی ہے۔ امسال اشاعتِ لٹریچر کے سلسلہ میں اگرچہ ـــــ سالِ گزشتہ کی نسبت کچھ کمی رہی۔ مگر یہ کمی کتاب مظلومۂ کربلا کی اشاعت نے پوری کردی۔ کتاب فلسفۂ تفسیر بالرائے۔ اخلاق المعصومینؑ اور اسرارِ توحید کی اشاعتوں کے بعد مظلومۂ کربلا کی اشاعت ادارہ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ زیادہ ضخامت کی وجہ سے اس کتاب کو ادارہ کی پالیسی کے مطابق مفت تقسیم نہیں کیا گیا۔ اس کتاب کا مسودہ جناب مستطاب سید الاطباء حکیم سید عالم شاہ صاحب کاظمی منٹگمری نے ادارہ کو فی سبیل اللہ مرحمت فرماکر حقوقِ اشاعت بطورِ عطیہ دیدیئے۔ جس کے لئے ادارہ حکیم صاحب موصوف کا تہ دل سے شکرگزار ہے۔ کتاب مذکور حضرت ثانیٔ زہراؑ خواہر سید الشہداؑ حضرت زینبِ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی سوانحِ حیات ہے۔ اور نہ صرف حضرت کی سوانحِ حیات بلکہ ابتدائی تاریخ اسلام اور واقعاتِ کربلا کی تفصیلات سے مزین ہے۔ واقعاتِ کربلا سے پیشتر ابتدائی تاریخ اسلام کا سمجھ لینا انتہائی ضروری ہے۔ اور حضرت بنتِ امیر المومنینؑ کی زندگی سے واقعاتِ کربلا کا خاص تعلق ہے۔ یہ تینوں چیزیں یکجا اس کتاب میں جمع کردی گئی ہیں جس کے پڑھنے سے صحیح اسلامی اثر کا دلوں میں پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ کتاب بڑی تقطیع کے ۳۲۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ کتاب چھاپ کر بلاشبہ ادارہ نے ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ کتاب کافی مقبول ہوئی ہے اور اگر آپ حضرات نے ذرا زیادہ توجہ فرمائی تو اس کی مانگ اور بڑھ جائے گی۔

ـــــ اس کے علاوہ بازارِ کوفہ ۴۸ صفحات بھی شائع کرکے ممبرانِ ادارہ کو مفت تقسیم کی گئی۔ جو کہ بعد از واقعہ کربلا حالاتِ بازار و دربارِ کوفہ پر مشتمل ہے۔ اور نہایت ہی پُر اثر کتاب ہے۔ اگر ادارہ چاہتا تو اس کے بدل سولہ سولہ صفحہ کے چار پانچ رسالے شائع کر سکتا تھا مگر ادارہ کی یہ پالیسی نہیں کہ رسائل کی تعداد بڑھائی جائے۔ مواد چاہے معیاری ہو یا نہ ہو۔ ادارہ بہرحال معیاری لٹریچر شائع کرنا ہی ضروری سمجھتا ہے۔

ـــــ ادارۂ معارفِ اسلام حلقہ مشرقی پاکستان نے بنگلہ زبان میں اس سال ۴۸ صفحات پر مشتمل کتابچہ "عقائدِ شیعہ" شائع کرکے مفت تقسیم کیا۔ یہ رسالہ ادارہ کے فاضل و قابلقدر سیکرٹری برائے حلقہ مشرقی پاکستان یعنی سید محمد سبطین صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مشرقی پاکستان میں اس رسالہ کی اشاعت سے بہت مفید اور پُر حوصلہ نتائج نکلے ہیں۔ اور اس علاقہ کی پبلک میں سے ملتِ جعفریہ کے متعلق کافی سے زیادہ غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔

ـــــ مسلسل کتاب "جمہوریت و امامت" کے ۴۷ صفحات بھی ماہنامہ کے ہمراہ ممبران کو دینا اس سال کی اشاعت میں شامل ہے۔ یہ کتاب ماہِ ستمبر و اکتوبر کے شمارہ میں اپنے ۲۹۲

صفحات پورے کرکے ختم ہو رہی ہے۔ اس کتاب کے علیحدہ فالتو اجزا جو کتاب کو مکمل کتابی صورت میں مجلد شائع کرکے نشر کرنے کے لئے جو ادارہ زائد چھپواتا رہا ہے وہ تیار ہونے پر زمانہ حال کے تقاضوں کے پیشِ نظر یہ ایک اہم کتاب ہوگی جو تمام دنیا کی حکومتوں اور مدبرینِ زمانہ کے لئے دعوتِ فکر و عمل کا باعث بنے گی۔

بس ادارہ سالِ گذشتہ میں اس سے زیادہ اور کچھ شائع نہیں کرسکا۔ سالِ گذشتہ میں مفید و دلپذیر کتاب "اسرار الصوم و الصلوٰۃ" کا اُردو ترجمہ شائع کرنا طے پایا تھا۔ اور ماہنامہ میں اس کا اعلان بھی کیا گیا۔ اور شاہ پور سے ایک بزرگ نے اس کا ترجمہ کرنے کیلئے بھی اپنی خدمات فی سبیل اللہ پیش کیں۔ لہٰذا وہ اصل کتاب یعنی فارسی کی اُن کی خواہش پر اُن کو برائے ترجمہ بھیج دی گئی۔ بعدازاں وہ حج کو چلے گئے۔ اور آج تک باوجود بار بار یاد دہانی کرانے کے نہ تو انہوں نے ترجمہ ارسال فرمایا اور نہ ہی اصل کتاب واپس کی۔ یہ تو حال ہے اپنی قوم کی ذمہ داری کا۔ اگر وہ ترجمہ ہمیں مل جائے جس کے لئے کوشش جاری ہے۔ اور وہ ادارہ کے معیار کے مطابق پایا گیا تو فوراً شائع کیا جائے گا۔

سالِ گذشتہ میں زیادہ لٹریچر شائع نہ کرنے کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ ادارہ کو اس مقصد کے لئے کوئی معیاری مضامین دستیاب نہیں ہوئے۔ ادارہ کی یہ پالیسی ہرگز نہیں کہ جیسا بھی کوئی مضمون یا مسودہ دستیاب ہو جائے فوراً چھاپ دیا جائے۔ بلکہ جو مسودہ بھی جب موصول ہوتا ہے اُسے معیار کے مطابق جانچا جاتا ہے اگر وہ پورا اترے تو شائع کیا جاتا ہے وگرنہ نہیں۔

دراصل ادارہ کی اشاعتِ کتب کا بار ادارہ کے مدیرِ نشر و اشاعت پر ہوتا ہے۔ سالِ گذشتہ میں بہت اُمیدوں کے ساتھ یہ اہم اور ذمہ دار عہدہ اس کام کے ماہر اور مشہور فرد جناب مستطاب سید حسن علی شاہ صاحب کاظمی کے سپرد کیا گیا تھا۔ مگر مجھے اس امر کا بہت ہی صدمہ ہے کہ میرے دیرینہ دوست یعنی سید صاحب موصوف بوجہ اپنی ذاتی اہم مصروفیتوں کے اس طرف توجہ نہیں دے سکے۔ اور ہم اُن سے وہ فائدہ نہ حاصل کرسکے جو دوسرے کئی ادارہ حاصل کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔

ماہنامہ معارفِ اسلام :-

ماہنامہ جس مقام پر پہنچ چکا ہے وہ آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ یہ ماہنامہ صرف اراکینِ ادارہ و خریدارانِ ماہنامہ ہی کو نہیں جاتا بلکہ اعزازاً ایک معقول تعداد

میں ملک کے چیدہ چیدہ حضرات کے علاوہ منظور شدہ پبلک ریڈنگ رومز، لائبریریوں، سکولوں کالجوں، کچہریوں کے بار رومز، ہسپتالوں میں مریضوں کے لئے اور تیم خانوں تک میں جاتا ہے اور ایک ایک ماہنامہ سینکڑوں پڑھنے والوں کی نظر سے گزرتا ہے۔ اس ماہنامے کو بامِ عروج پر لے جانے کا سہرا میرے عزیز اور محترم شیخ غیاث الدین کے سر ہے جو اپنی لاتعداد کاروباری مصروفیتوں کی موجودگی میں اس کو بڑی دلچسپی اور فالتو وقت کی محنت سے ایڈیٹ بھی کرتے ہیں اور معیار کو بھی قائم رکھے ہوئے ہیں ———— ماہنامہ کے متعلق ادارہ کی طے شدہ پالیسی یہ ہے کہ ہر ماہ ۶۴ صفحات پر شائع کیا جائے۔ مگر ماہنامہ کے گذشتہ سال یعنی اپریل ۶۸ء سے مارچ ۶۹ء تک کے ماہنامہ کی ضخامت کو ذرا ملاحظہ فرمایئے:-

۱۲ ماہ کے کل صفحات	۷۳۴	میزان ۷۹۸ (علاوہ ٹائیٹل)
۱۲ ماہ کے کل صفحات کتاب جمہوریت و امامت	۶۴	

ان صفحات سے ادارہ کی منظور شدہ ضخامت سے حساب قدرے زائد ہو جاتا ہے۔ مگر اگر تجارتی مقررہ اصول کی جہت سے ایک روپیہ فی ۱۰۰ صفحات کے حساب سے میزان لگایا جائے۔ تو قیمت -/۸ روپے بن جاتی ہے جو کہ ادارہ پانچ روپے میں دے رہا ہے۔ اور ان پانچ روپوں میں سے کافی رقم ناقابلِ وصول ہوتی ہے یعنی ادا نہیں کرتے۔ -/۸ کی بجائے -/۵ لینے کا خسارہ بھی ادارہ برداشت کر رہا ہے۔ خاص چیز جو ماہنامہ کی گوش گذار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک سال میں ادارہ "معارفِ اسلام" کے چار نمبر مخصوص مضامین کے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ یعنی (۱) شہید نینوا نمبر (۲) اربعین نمبر (۳) علیؑ و فاطمہؑ نمبر اور (۴) رسولؐ نمبر۔ یہ چاروں مخصوص ایڈیشن گذشتہ کئی سالوں سے ادارہ شائع کر رہا ہے۔

مفت لٹریچر:-

سالِ گذشتہ میں جو لٹریچر مفت ممبرانِ ادارہ کی خدمت میں پیش کیا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

ماہنامہ معارف اسلام	= -/۵	روپے
کتاب بازار کوفہ	= -/۱	"
کتاب جمہوریت و امامت کے اجزاء	-/۱۲/-	آنے
میزان	-/۱۲/۶	روپے

میزان = -/۱۲/۶ روپے

بنگالی خواندہ حضرات کو عقائد شیعہ بزبان بنگلہ	=	-/۸/-

کل میزان -/۴/۷ روپے

یہ رقم تو فرداً فرداً ہر ممبر ادارہ کے لئے مخصوص کی گئی۔ اور تمام رقم جو ممبران کے علاوہ بھی دیگر افراد و مقامات کو لٹریچر روانہ کرنے پر صرف ہوئی وہ آپ کو محترم مدیر مالیات کی رپورٹ سے ظاہر ہوگا کہ اس سال مبلغ ۱۷۶۳ روپے ۴۳ پیسے کی مالیت کا لٹریچر مفت تقسیم کیا گیا۔ اس رقم میں بنگالی زبان میں شائع شدہ لٹریچر کی رقم بھی شامل ہے۔ سابقہ سال کے حساب میں ۵۱۲۲/- روپے کا لٹریچر مفت تقسیم ہوا تھا۔ مگر وہ حساب ۱۵ ماہ کا تھا جس کے حساب کرنے سے بارہ ماہ کے -/۴۰۹۷ روپے بنتے ہیں۔ لہٰذا اس حساب سے سال گذشتہ کی نسبت امسال ۷۶ روپے ۴۳ پیسے کی مالیت کا لٹریچر زیادہ تقسیم کیا گیا۔

حضراتِ محترم! میں سالِ گذشتہ میں ادارہ معارفِ اسلام کے دو مزید کارناموں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ جو بے شک ادارہ کے مقاصد میں خاص توجہ کے مستحق ہیں جو کہ اس ادارہ نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود انجام دیئے :۔

انگلستان میں ادارہ کی شاخ کا قیام :۔

آپ کو ماہنامہ معارفِ اسلام و دیگر قومی اخبارات مثلاً درِ نجف۔ شیعہ۔ رضاکار اور اسد سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ انگلستان میں ادارہ کی شاخ کھل گئی ہے۔ اور امسال ماہ محرم الحرام میں عشرۂ محرم کی مجالس باقاعدہ وہاں پر ادارہ کی جانب سے منعقد کی گئی ہیں۔ ادارہ نے کچھ لٹریچر انگریزی و اردو وہاں برائے تقسیم ارسال کیا تھا جو کہ وہاں کے مومنین کے علاوہ وہاں کے انگریز باشندوں میں بھی تقسیم ہوا۔ ان کوششوں کا سہرا وہاں کے سیکرٹری برائے ادارہ معارف اسلام سید منظور حسین جعفری کے سر ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو خوش رکھے اور ان کی محنتیں بار آور ہوں۔ میں اس سلسلہ میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ وہاں پر انگریزی لٹریچر کی سخت ضرورت ہے۔ اور نہ صرف بیرونی ممالک میں بلکہ خود پاکستان میں جو خاندان اور افراد اور ان کی اولاد دن بدن انگریزی زبان میں ملوث ہو رہی ہے۔ وہ دن بدن اردو زبان اور مذہب سے دور جا رہی ہے لہٰذا پاکستان اور بیرونجات دونوں کے لئے انگریزی لٹریچر کی اشد ضرورت ہے جس کی طرف آپ کو فوراً توجہ دینی چاہیئے۔

سوالنامہ برائے آئمہ مساجد و خطباء کا جواب :-

یہ سوالنامہ گورنمنٹ پاکستان کے متعلقہ محکمہ نے جاری کیا تھا۔ اس سوالنامے کے جوابات اسلام اور تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ کی روشنی میں صدرِ محترم جناب علامہ سیّد امداد حسین صاحب کاظمی کی وساطت سے بحمد اللہ اس ادارہ نے بحسن و خوبی دے کر اپنا فرض پورا کیا۔

محترم حضرات! اب میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا آئندہ کے لئے مناسب پروگرام آپ نے طے کرنا ہے۔ یہ میری بڑی لاپرواہی ہوگی اگر میں اپنی سالِ گذشتہ کی محنتوں کے سلسلہ میں اپنے دستِ راست کا شکریہ ادا نہ کروں —— شیخ نصیر احمد عاقمی میرے جائنٹ سیکرٹری جن کی موجودگی سے میرے دفتر کے کام میں مجھے کافی مدد ملتی ہے۔ اگر ایسے ہی دیگر عہدیداران بھی اپنے اپنے عہدہ کے لحاظ سے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں تو ادارہ کا کام کافی بہتر ہونے کی توقع ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ادارہ کے بعض دیگر محترم عہدیدار یعنی منتظمین اپنی ذمہ داریوں کا بہت ہی کم احساس فرماتے ہیں۔ ہمارے نوجوان مدیر ماہنامہ شیخ غیاث الدین صاحب کا دم بھی غنیمت ہے جو کہ پوری توجہ اور انہماک سے ہمارے ماہنامے اور ادارے کو بامِ عروج پر لے جانے کی ہر وقت کوشش فرماتے رہتے ہیں۔ شیخ شریف حسین صاحب جعفری البتہ بڑے شوق سے دفتر کے کام میں مدد فرماتے ہیں۔ اُن کی صحت گذشتہ دنوں سے خراب رہی مگر وہ برابر کچھ نہ کچھ کام میں حصہ لیتے رہے اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کامل عطا فرمائے۔

میں اپنے ہر دو سرپرستوں یعنی قبلہ مولانا الحاج مرزا احمد علی صاحب و قبلہ رئیس المحافظ علامہ حافظ کفایت حسین صاحب و صدرِ محترم سیّد مولانا امداد حسین صاحب کاظمی اور مولانا سیّد مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل اور مولانا سیّد اظہر حسن صاحب زیدی کا بہت شکر گزار ہوں۔ جو ہماری رہنمائی فرماتے رہے۔ میں اپنے نائب صدر جناب مستطاب سیّد محمد یحییٰ علی شاہ صاحب کا بیحد ممنون ہوں جو ادارہ معارف اسلام کو بامِ عروج پر لے جانے میں پورے مددگار ہیں اور جن کی کوششوں اور اعانت سے کتاب مستطاب مظلومِ کربلا زیورِ طبع سے آراستہ ہو سکی۔ میں مکرر شیخ غیاث الدین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس قدر امداد اس ہستی سے ادارہ کے جملہ کاموں میں مجھے ملتی ہے میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ ان کو شکریے کے لئے پیش کر سکوں۔ شیخ شوکت علی صاحب قسیم مدیر مالیات بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ادارہ کی مالیات کے سلسلہ میں کافی حصہ لیا ہے۔ اور سیّد اختر علی شاہ باقری بھی شکریہ کے مستحق ہیں جو ادارہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

آپ دُعا فرماویں کہ خداوندِ کریم اس ادارہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور یہ دنیا میں دن کو مثلِ آفتاب اور رات کو مثلِ بدرِ کامل چمکتا نظر آئے۔ آمین بحق محمدؐ و آلِ الطیبین الطاہرین۔

احقر العباد :- معراج الدین خواجہ جنرل سیکرٹری

سالانہ رپورٹ منجانب فنانشل سیکرٹری ادارۂ معارف اسلام

(جو انہوں نے سالانہ جلسہ میں پڑھ کر سنائی)

صاحب صدر و معزز اراکینِ ادارہ!

سلام علیکم۔

ایک سال کے بعد ایک بار پھر مجھے آپ کی خدمت میں ادارہ کے مالیات کی رپورٹ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جہاں تک رپورٹ کا تعلق ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے ادارہ کو ۲۲۳۱ روپے ۸۷ پیسے خالص منافع ہوا۔ اور ادارہ کا سرمایہ ۷۴۶۷/- روپے ۳۰ پیسے سے بڑھ کر ۹۶۹۹/- روپے ۱۷ پیسے ہو گیا ہے۔ جو کہ ہمارے لئے باعث اطمینان و فخر ہے۔ کیونکہ اس سال بھی ہم نے رسائل و کتب کی مفت تقسیم جاری رکھی۔ اور سال کے دوران میں ۸۱۷۳/- روپے ۶۳ پیسے کا لٹریچر مفت تقسیم کیا۔ لیکن اس کے باوجود موجودہ مالی پوزیشن بہتر ہو گئی ہے۔

سال گذشتہ کے مقابلہ میں اگرچہ ہماری آمدن میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اس کو تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ تمام تجاویز پر عمل کرنے کے لئے ہم کو ایک معقول رقم درکار ہے اور روپیہ کی کمی کے باعث ہم نے اپنی سرگرمیوں کو محدود رکھا۔ جس کی وجہ سے سال کے دوران ہم کوئی پمفلٹ یا رسالہ جاری نہ کر سکے۔ منظومہ کربلا جیسی ضخیم کتاب کی اشاعت بھی محترم سید یحییٰ علی شاہ صاحب کی رہینِ منت ہے۔ جنہوں نے اس مقصد کے لئے قرضِ حسنہ عطا کیا کہ کتاب کی اشاعت و فروخت کے بعد اُن کو اصل رقم واپس کر دی جائے۔

ادارہ کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ہم نے ادارہ کے ریزرو فنڈ کو ذاتی ضمانت پر مشترک کاروبار میں لگایا۔ اگرچہ ہمارا روپیہ بالکل محفوظ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری امید پوری نہیں ہوئی۔ کاروبار میں موجودہ کساد بازاری اور قیمتوں میں کمی کی وجہ سے ابھی تک کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ کیونکہ ہمارا مقصد ادارہ کی آمدن میں اضافہ تھا

اور اگر یہ مقصد پورا نہ ہُوا تو ہم اپنی رقم معاہدہ کے مطابق ایک سال کی تکمیل کے بعد لے کر کسی اور متبادل انتظام پر غور کیا جائے گا۔ تاکہ ہمارا اثاثہ بھی محفوظ رہے۔ اور آمدنی کا کوئی ذریعہ پیدا ہو سکے۔

اگرچہ آمدن میں مجموعی طور پر اضافہ ہی ہُوا ہے۔ لیکن ہم کو اس پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اگر ہم سب مل کر تگ و دو کریں ہمارے لئے مزید ترقی کے کئی مواقع موجود ہیں۔ اگر خدا کا فضل و کرم شامل حال رہا اور آپ نے تعاون کیا تو انشاء اللہ سال آئندہ اس رپورٹ سے بہتر رپورٹ پیش کی جا سکے گی۔

عہدہ داروں کا خلوص اور اُن کی محنت صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ ادارہ کے دفتر پر صرف -/۹۹۰ روپے خرچ کئے گئے۔ جب کہ سال بھر میں -/۹۱۷۹ روپے ۴۳ پیسے کا لین دین کیا گیا۔ جس کے لئے تمام اعزازی عہدہ دار شکریہ کے مستحق ہیں۔

اب میں ادارہ کے مالی نظام کے چند اہم امور کی طرف آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور اُمید رکھتا ہوں کہ آئندہ قائم ہونے والی مجلس نظامت اُن پر غور کرے گی۔

۱۔ ہمارے محصلین کو کمیشن کی ادائیگی میں اکثر تاخیر ہو جاتی ہے۔ اور دفتری کارروائی میں کافی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ جو کہ نامناسب ہے۔ لہٰذا آئندہ کے لئے مدیر مالیات کو اختیار دیا جائے کہ جب وہ کسی محصل سے چندہ عطیہ کی فراہم شدہ رقم وصول کرے اُسی وقت کمیشن کی رقم ادا کر کے رسید حاصل کرے۔ اس سے جہاں وقت کی بچت ہو گی وہاں کارکنوں میں اعتماد پیدا ہو گا۔

۲۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ادارہ کا کوئی ہمہ وقتی سیکرٹری نہیں ہے۔ بلکہ اعزازی جنرل سیکرٹری صاحب جو سارا دن دفتر کے اوقات میں دفتر میں حاضر رہنے کے پابند نہیں ہیں جس کی وجہ سے بلوں کی ادائیگی میں اکثر تاخیر ہو جاتی ہے۔ جو کہ نامناسب ہے۔ لہٰذا جنرل سیکرٹری صاحب کو ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ اُن کی عدم موجودگی میں بھی دفتر کے سٹاف میں سے کوئی ذمہ دار فرد واجب الادا رقوم کو ادا کر سکے۔

۳۔ ادارہ کی آمدن کے اہم ذرائع زرِ رکنیت عطیہ چندہ ماہانہ اشتہارات فروخت کتب ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ ہم نے اِن ذرائع سے پورا پورا فائدہ نہیں اُٹھایا۔ کیونکہ سال بھر میں نہ تو نئے خریدار بنائے گئے۔ اور نہ ہی ممبروں کی تعداد میں کوئی قابل قدر اضافہ ہُوا۔ اشتہارات کی آمدن میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔ اور یہ سب ہماری عدم توجہی کی وجہ سے ہُوا۔ ہم نے اپنے وسائل اور اثر و رسوخ سے پورا فائدہ ہی نہیں اُٹھایا۔ پاکستان

بھر میں ہمارے کاروباری ادارے موجود ہیں۔ اور اگر ہم اُن تک رسائی حاصل کریں تو یقیناً اشتہارات سے ہی ایک معقول آمدن ہوسکتی ہے۔ یہی صورت حال ممبروں کے اضافہ میں ہے ہم نے اس مقصد کے لئے کوئی خاص کوشش ہی نہیں کی۔ اور اگر ہم سال میں دوبار ہفتہ رُکنیت منانے کا انتظام کریں تو مجھے یقین ہے کہ ممبروں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوسکتا ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ تجویز ہے کہ جو رُکن ادارہ دو نئے ممبر بنائے اُس کو دو روپے کی کتب مفت دی جائیں۔ اور جو دوامی ممبر بنائے اُس کو ادارہ کی -/۲۵ روپے کی کتب پیش کی جائیں۔ جہاں ہمارے ممبروں اور خریداروں میں اضافہ ہوگا وہاں ہمارا لٹریچر بھی عوام تک پہنچ جائے گا جو کہ ہمارا مقصد ہے۔

ہر شہر میں ادارہ کی شاخیں قائم کی جائیں۔ اور مقامی سیکرٹری صاحبان مقامی طور پر چندہ فراہم کرنے کی کوشش کریں۔ جو کہ ہر ماہ باقاعدہ طور پر صدر دفتر کو رواد کر دیا جائے۔

میری دلی خواہش ہے کہ ہمارا ادارہ کاروباری خطوط پر کام کرے اور اس مقصد کے لئے ایک خاص فنڈ قائم کیا جائے۔ جس کے حصص ہمارے عوام میں تقسیم کئے جائیں اور سالانہ منافع میں سے ایک معقول حصہ حصہ داروں میں تقسیم کیا جائے۔

اگر مجلس نظامت کوئی قابل عمل تجویز مرتب کرکے قوم کے سامنے پیش کرسکے تو ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔

آخر میں میں تمام عہدہ داروں۔ کارکنوں اور سٹاف کا اُن کے تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور خاص طور پر محترم شیخ شریف حسن صاحب جعفری اور غیاث الدین صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے حسابات کی تکمیل میں میری اعانت ہی نہیں بلکہ رہنمائی بھی کی۔

سالانہ ٹریڈنگ اکاؤنٹس از یکم جولائی ۱۹۶۰ء تا ۳۰ جون ۱۹۶۱ء

	پیسے	روپے		پیسے	روپے
فروخت کتب	۱۲	۱۳۳۱	سٹاک سال شروع	۵۶	۳۳۳۸
زرِ قیمت	۵۶	۴۶۹۷	خرید کاغذ	۱۸	۲۴۲۱
چندہ ماہنامہ	۶۸	۲۹۴۰	〃 کتب	۲۶	۶۳۲
عطیہ جات	۵۳	۴۹۱	اخراجات کتابت وطباعت	۳۹	۳۴۶۵
اشتہارات	–	۳۸۱		۳۹	۹,۸۵۷
قیمت کتب و رسائل مفت تقسیم	۶۳	۴۱۷۳		۰۴	۹,۳۲۲
سٹاک سال آخر	۹۰	۵۱۷۳			
میزان	۴۳	۱۹,۱۷۹	میزان	۴۳	۱۹,۱۷۹

نفع نقصان کھاتہ

	پیسے	روپے		پیسے	روپے
کل منافع	۰۴	۹۳۲۲	ایڈورٹائیزمنٹ	۶۲	۵۶
			تنخواہ سٹاف	۰۰	۹۹۰
			خرچہ ڈاک	۳۸	۸۱۵
			سفر خرچ	۰۰	۱۶
			سٹیشنری	۲۳	۴۴
			کمیشن فراہمی چندہ	۲۱	۱۹۸
			کرایہ دفتر	۰۰	۵۲۸
			کمیشن بنک وغیرہ	۶۳	۸
			لیبر خرچہ	۳۵	۱۵۳
			قیمت کتب رسائل مفت تقسیم	۶۳	۴۱۷۳
			خرچہ پیکنگ	۷۴	۳۰
			ناقابل وصولی وبٹہ کھاتہ	۳۸	۷۵
				۱۷	۷۰۹۰
			خالص نفع	۸۷	۲۲۳۱
میزان	۰۴	۹۳۲۲	میزان	۰۴	۹۳۲۲

بیلنس شیٹ سال اختتام ۳۰ جون سنہ ۱۹۶۱ء

	روپے	پیسے		روپے	پیسے
سٹاک موجود	۵۱۶۳	۹۰		۷۴۶۷	۳۰
بنام کواپریٹو بنک	۴۴۹	۰۸	خالص نفع	۲۲۳۱	۸۷
فرنیچر	۳۸۹	۲۵		۹۶۹۹	۱۷
رقم در تحویل سیکرٹری	۲۰۰	۰۰	رقم واجب الادا	۱۶۰۲	۸۸
〃 نقد موجود	۸۰۴	۱۲	میزان	۱۱،۳۰۲	۰۵
〃 واجب الوصول	۴۲۸۹	۶۲			
ڈاک ٹکٹ	۶	۰۸			
میزان	۱۱،۳۰۲	۰۵			

حساب مشرقی پاکستان

	پیسے	روپے
آمدن	۷۷	۲۶۸
اشاعت کتب	۰۰	۱۷۱
بقایا	۷۷	۹۷
میزان	۷۷	۹۷

بقیہ :- گفتنی ها

اس لئے اس گناہ سے روکنے کے لئے قانون کی ضرورت ہے۔

سوال ۱۱ - کیا طلاق کو رجسٹر کرانا بھی ضروری ہے؟

سوال ۱۲ - طلاق کو رجسٹر کرانے کی کیا سزا ہونی چاہئے؟

جواب ۱۱ و ۱۲ - اگرچہ طلاق و خلع کی رجسٹری شرعاً لازم و ضروری نہیں۔ مگر جیسے یادداشت نکاح کے متعلق رجسٹر میں اندراج تجویز ہوا ہے۔ ویسے ہی طلاق و خلع میں بھی ہو جائے اور اس کے لئے بھی وہی ہدایات ہوں، جو نکاح کے لئے ہیں۔ جب طلاق / خلع پڑھا جائے۔ تو اسی وقت رجسٹر میں طلاق دہندہ اور گواہوں کے دستخط یا نشان انگوٹھا رجسٹر پر لئے جائیں۔ اور یہ بھی عورت کے بیان سے لکھا جائے کہ وہ طہر میں ہے۔ بشرطیکہ فریقین کو جدا ہوئے مدت نہ گزر گئی ہو۔ طلاق خوان باقاعدہ عالم واقف مسائل و عادل ہونا چاہئے۔ اس کے لئے ہر گاؤں کا ملا موزوں نہیں۔ جہاں ان صفات کا عالم ہو۔ وہاں طلاق یا خلع پڑھا ئیں اور اسی کے رجسٹر طلاق / خلع میں یہ طلاق / خلع درج ہو۔ اور وہ دوسرے مہینے کی بارہ تک اس کی مصدقہ نقل صدر مقام کو بذریعہ رجسٹری بھیج دے۔ اور ڈاکخانہ کی رسید اپنے رجسٹر میں چسپاں کرے۔ طلاق / خلع دہندہ ہی کو عدم رجسٹری کا ذمہ دار قرار دیا جائے۔ اور معلوم ہونے پر اسے تنبیہ کی جائے۔ اور طلاق / خلع کو درج رجسٹر کرایا جائے۔ مجوزہ فارم طلاق / خلع اس کے ساتھ ہے طلاق کیلئے بھی باقاعدہ فارم ہونا چاہئے۔ اور اسے وکیل شوہر / زوجہ طلاق / خلع پڑھنے کے بعد پُر کر کے دستخط کرا کر ایک شوہر کو اور ایک مطلقہ / مختلعہ کو دے۔" (قوانین شرعیہ مطبوعہ ادارہ معارف اسلام)

اسلئے اس گناہ کو روکنے کے لئے قانون کی ضرورت ہے۔ جو "عائلی قوانین" صدر مملکت پاکستان کی صدارت میں ۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو منظور ہو کر شائع ہوئے :-

"جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے وہ ایک تحریری نوٹس چیئرمین کو اور اس کی ایک نقل اپنی بیوی کو بھیجے۔ ورنہ ایک سال قید محض یا پانچ ہزار روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائینگی۔ نوٹس ملنے کے بعد چیئرمین ایک ماہ کے اندر اندر ایک ثالثی کونسل قائم کریگا۔ جو دونوں فریقوں میں مصالحت کی کوشش کریگی۔ اگر مصالحت ہو جائے تو طلاق کی تاریخ سے تین ماہ کے اندر وہ اپنی طلاق واپس لے سکتا ہے۔ اگر مصالحت نہ ہو سکے اور تین ماہ گزر جائیں تو طلاق واقع ہو جائیگی جس کے بعد اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اور یہ ضروری نہ ہوگا کہ سابقہ بیوی پہلے کسی اور شخص سے شادی کرے لیکن اس طریق کار سے اگر تین مختلف دفعہ طلاق کی توثیق ہو جائے۔ تو پھر اس طرح دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ نیز اگر طلاق کے وقت بیوی حاملہ ہو تو تین ماہ اور زچگی میں جو مدت زیادہ ہوگی۔ وہی مدت شمار ہوگی۔" حاملہ مردہ باد۔ پاکستان زندہ باد۔ جب تک دنیا کتاب اللہ و عترت رسول اللہ کے بتائے اور سمجھائے ہوئے راستہ پر نہ چلے گی مصیبتوں کا مداوا نہ ہو سکے گا۔ (ادارہ)

اعلانات و اطلاعات

ممبران ادارہ "معارف اسلام" کا سالانہ جلسۂ عام

یہ جلسہ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۱ء بمطابق ۳ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بروز اتوار بوقت ۹ بجے صبح بمکان علامہ الحاج مرزا احمد علی صاحب منعقد ہوا۔ ممبران کی حاضری توقع سے بہت زیادہ تھی جلسہ کی صدارت سرپرست اوّل ادارہ یعنی جناب الحاج علامہ مرزا احمد علی صاحب قبلہ نے فرمائی۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

(۱) سابقہ سال کے جلسۂ عام کی کارروائی جنرل سیکرٹری صاحب نے پڑھ کر سنائی جس کی تصدیق کی گئی۔

(۲) جنرل سیکرٹری ادارہ یعنی خواجہ سراج الدین صاحب نے سال گذشتہ کے متعلق اپنی مکمل رپورٹ پیش کی اور پڑھ کر سنائی۔ یہ رپورٹ اسی شمارہ میں درج ہے۔

(۳) فنانشل سیکرٹری صاحب شیخ شوکت علی نسیم بی۔ اے نے اپنی رپورٹ بابت مالیات ادارہ پڑھ کر سنائی۔ یہ رپورٹ بھی اسی شمارہ میں مکمل درج ہے۔

(۴) جناب آڈیٹر ادارہ شیخ شریف حسین صاحب جعفری نے ادارہ کے اکاونٹس کے متعلق اپنی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اور جو جو سقم بتائے بالاتفاق رائے فیصلہ ہوا۔ کہ وہ آئندہ ادارہ کے اکاونٹس میں سے دور کئے جائیں۔ مندرجہ بالا ہر سہ رپورٹوں پر بحث کے بعد اطمینان کا اظہار کیا گیا۔

(۵) ادارہ کا سالانہ چناؤ بالاتفاق ملتے ہوا۔ اور کسی قسم کا اختلاف پیدا نہیں ہو سکا۔ کیونکہ چناؤ کا طریق کار جمہوری نہیں بلکہ معیاری ہے۔ اور اہلیت و قابلیت کی بنا پر مناسب اشخاص کو خود آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ یہ خدمت سرانجام دیں اور ان کی منظوری پر فیصلہ ہوتا ہے۔ آئندہ سال کے لئے مندرجہ ذیل منتظمین چنے گئے:-

صدر: - علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی
نائب صدر: - سید محمد یحییٰ علی شاہ صاحب نقوی البخاری
جنرل سیکرٹری: - خواجہ سراج الدین امرتسری
جائنٹ سیکرٹری: - شیخ نصیر احمد صاحب عاصی
فنانشل سیکرٹری: - شیخ شوکت علی صاحب نسیم
مدیر نشر و اشاعت (اردو): - سید حسن علی شاہ صاحب کاظمی
مدیر نشر و اشاعت (انگریزی) سید اقبال حسین رضوی
مدیر ماہنامہ معارف اسلام: - شیخ غیاث الدین
نگران ماہنامہ: - علامہ سید امداد حسین کاظمی
آڈیٹر حسابات: - شیخ شریف حسین جعفری
مجلس نظامت: - انتظامیہ کمیٹی میں منتظمین ادارہ کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات ممبران چنے گئے:-

(۱) الحاج علامہ مرزا احمد علی
(۲) رئیس الحفاظ علامہ حافظ کفایت حسین
(۳) پروفیسر سید فقیر حسین بخاری ایم۔اے
(۴) مولانا سید اظہر حسن زیدی
(۵) مولانا ملک مہدی حسن علوی
(۶) مولانا سید مرتضےٰ حسین صدرالافاضل
(۷) ملک صادق علی عرفانی (مدیر شیعہ)
(۸) ڈاکٹر مرزا حسن عسکری ایم بی بی ایس
(۹) شیخ محمد صدیق صاحب بی اے (ایڈیٹر رضاکار)
(۱۰) سید محرم علی شاہ صاحب (چوک نواب صاحب)
(۱۱) سید شریف حسین شمسی۔ (سمن آباد)
(۱۲) ڈاکٹر خواجہ الطاف حسین (پنجاب پبلک سٹور)
(۱۳) خواجہ غلام محمد اصفہانی
(۱۴) شیخ انور علی صاحب (مالک فرم امیر علی انور علی)
(۱۵) سید اختر علی شاہ صاحب باقری

علمی بورڈ :-

مندرجہ ذیل حضرات ممبران علمی بورڈ ادارہ منتخب ہوئے :-

(۱) علامہ مرزا احمد علی
(۲) علامہ سید امداد حسین کاظمی
(۳) مولانا سید مرتضےٰ حسین صدرالافاضل
(۴) مولانا ملک مہدی حسن صاحب علوی
(۵) سید محمد یحییٰ علی شاہ صاحب نقوی البخاری

(علمی بورڈ کے کنوینر سید محمد یحییٰ علی شاہ صاحب ہونگے)

لوکل سیکرٹریاں ادارہ مندرجہ ذیل حضرات منتخب ہوئے :-

(۱) برائے مشرقی پاکستان :- سید محمد یعقوب حسین صاحب منیج گاؤں۔ ڈھاکہ
(۲) جائنٹ سیکرٹری برائے مشرقی پاکستان۔ (سید صاحب خود وہاں کے حالات کے مطابق خود منتخب فرمادیں)
(۳) برائے کراچی :- سید محمد مہدی رضوی۔ رضویہ کالونی کراچی۔
(۴) برائے علاقہ سندھ :- محترم مظفر حسین سومرو۔ ایم اے ایل ایل بی۔ حیدر آباد
(۵) برائے بہاولپور :- ماسٹر عبدالکریم صاحب بہاولنگر
(۶) برائے ملتان :- خلیفہ جعفر حسین صاحب
(۷) آزاد کشمیر :- کیپٹن سید حسین شاہ صاحب میرپور (آزاد کشمیر کے منظور لوکل سیکرٹری۔ کیپٹن صاحب موصوف خود وہاں کے حالات کے مطابق مقرر فرمادیں)
(۸) برائے حلقہ پھلروان :- ڈاکٹر نذیر احمد حیدر
(۹) کویت :- سید غلام حسنین حیدری بمقام احمدی
(۱۰) برائے انگلستان :- سید منظور حسین جعفری برمنگھم (انگلینڈ)

دیگر لوکل سیکرٹریاں برائے لائلپور۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ سرگودھا۔ منٹگمری۔ راولپنڈی۔ پشاور۔ کوئٹہ۔ ڈیرہ جات۔ اسکردو اور پارہ چنار ادارہ کے منتظمین کا وفد وہاں جاکر یا وہاں کے ممبران سے مشورہ حاصل کرکے بنائیگا۔

(۶) ادارہ کے آئندہ پروگرام و دفتری امور کے متعلق باتفاق رائے مفید اور پسندیدہ فیصلے کئے گئے جلسہ عام بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

لوکل سیکرٹریاں ادارہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ اپنے اپنے حلقہ کے ممبران سے وصولی کرا کر

رکنیت کی تفصیلات جلد از جلد دفتر ادارہ میں جناب فنانشل سیکرٹری صاحب کو ارسال کریں۔

بنگالی زبان میں نیا کتابچہ:۔ بنگالی خواندہ حضرات یا جن کے دوست بنگالی خواندہ ہوں اُن ممبرانِ ادارہ کی خدمت میں استدعا ہے کہ ادارہ کا نیا بنگالی کتابچہ "عقائد شیعہ" جناب سید محمد سبطین صاحب ڈی۔ ایل۔ آر۔ آفس۔ تیجگاؤں ڈھاکہ سے فوراً ۵۰ پیسے کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر حاصل کریں۔ (ممبرانِ ادارہ کو رقم ارسال کرنے کی ضرورت نہیں وہ صرف پوسٹ کارڈ کے ذریعے ادارہ کا رکنیت نمبر لکھ کر منگوا سکتے ہیں۔) یہ رسالہ بہت مفید اور غلط فہمیاں دُور کرنے والا ثابت ہوا ہے۔

بیساختہ و برجستہ اور استفسارات کے کالم

اس مرتبہ سیکرٹریانِ ادارہ کے رپورٹ ہائے کی اشاعت کی وجہ سے یہ ہر دو کالم درج نہیں کئے جا سکے۔ ان شاء اللہ آئندہ شمارہ میں یہ کسر پوری ہو جائیگی۔

ادارہ کی توسیع رکنیت و خریداری ماہنامہ

جملہ ممبرانِ ادارہ و خریدارانِ ماہنامہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ایک ایک ممبر ادارہ یا ایک ایک خریدار ماہنامہ اور بنائیں یعنی صرف ایک ایک جو بنانا بالکل مشکل نہیں۔ اس عمل سے ایک تو ادارہ کی بنیادیں زیادہ پختہ ہو جائینگی اور دوسرے محمد و آلِ محمد کا پیغام زیادہ سے زیادہ کانوں تک پہنچ سکے گا۔ صرف آپ کی معمولی توجہ کی ضرورت ہے۔

ادارہ کا مشہور علیؑ و فاطمہؑ نمبر:

آئندہ شمارہ یعنی ماہ جمادی الثانی کے شمارہ کے بعد جو اگلا شمارہ ماہ رجب کا شائع ہوگا۔ وہ "علیؑ و فاطمہؑ" نمبر ہوگا۔ جس میں زوجین مقدسین کے حالات اور اُمت کی اُن کی متابعت میں نجاتِ دُنیوی و اُخروی کے متعلق پوری پوری روشنی ڈالی جائے گی۔ لہٰذا جملہ ذی علم حضرات یعنی علماء و اہل قلم و شعرا کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی اپنی تحقیقات و دماغی اثرات اور نظم و نثر کی صورت میں عقیدت کے پھول جلد از جلد مدیر اعزازی کو ارسال فرما دیں۔

یقین ہے کہ حضرت سید العلماء۔ حضرت سعید الملت علامہ کاموں پوری۔ علامہ مرزا صاحب۔ علامہ کاظمی صاحب۔ حضرت سلطان القلم۔ جنابِ الآقا اور ہمارے مخصوص ڈاکٹر صاحبان یعنی ڈاکٹر احمد حسین نقوی۔ ڈاکٹر محمود بخاری۔ ڈاکٹر عسکری بن احمد۔ و دیگر اہل فہم و قلم و شعرائے ملت جلد از جلد توجہ فرمادینگے۔

اعلان بابت کتاب "جمہوریت و امامت"

شمارہ ہذا میں یہ کتاب اختتام کو پہنچا دی گئی۔ ۵۷۳ صفحات مکمل کرکے ابتدائی ۱۶ صفحات فہرست و مقدمات بھی مکمل ہو چکے۔ قارئین کرام جلد کرتے وقت ابتدائی ۱۶ صفحے ابتدا میں لگائیں اور بقایا آخر تک ہیں۔ جن حضرات نے مکمل صفحات جمع کئے ہوں وہ کاغذ لکھ کر دفتر ادارہ سے اُوپر کا ٹائیٹل منگوا لیں۔ جن کے کوئی اجزاء گم ہوگئے ہوں وہ دفتر ادارہ کو اطلاع دے کر قیمتاً حاصل کریں۔ جو وی۔ پی کئے جائینگے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور وہی تمہارے لئے اچھی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو [illegible]

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (پ ۸ ع الانعام)

اور اگر تم ان لوگوں میں سے جو زمین میں ہیں اکثر کا کہنا مان لوگے تو وہ تم کو راہِ خدا سے بھٹکا دیں گے وہ گمان ہی گمان کی پیروی کرتے ہیں اور جو بات کہتے ہیں انکل پچو کہتے ہیں

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۙ (پ ع القصص)

اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اُن لوگوں پر جو اس زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور اُن کو ہم وارث قرار دیں

ہنوز ایں چرخِ نیلی کج خرام است | ہنوز ایں قافلہ دُور از مقام است
زکارِ بے نظامِ او چہ گویم | تو می دانی کہ اُمت بے امام است

(اقبال علیہ الرحمۃ)

کتاب موسومہ

الجمہوریّت والامامت

(اختیاراتِ حکومت منجانب اللہ؟ یا منجانب النّاس؟ پر تحقیقی بحث اور ظہورِ امامؑ سے قبل کا طریق کار جمہوریت یا معیاریت؟)

تصنیف و تالیف

شیخ غیاث الدین۔ مدیر معارف اسلام

ناشر:- ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان۔ لاہور

باراول

سال طباعت ابتداء ———— ۱۹۵۷ء

〃 〃 اختتام ———— ۱۹۶۱ء

تعداد ———— ۱۶۰۰

کل صفحات ———— ۳۹۲

سائز ———— ۲۰×۲۶/۸

ناشر ———— ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

مطبع ———— تعلیمی پریس - لاہور

قیمت ———— چار روپے بلا جلد۔

مجلد پانچ روپے ۲۵ پیسے

(ممبران ادارہ و خریداران ماہنامہ معارف اسلام میں مفت تقسیم کی گئی)

مندرجات کتاب ''جمہوریت اور امامت''

فہرست ضمنی اعتراضات اور انکے جوابات

فہرست دلچسپ معلوماتی فٹ نوٹ

ماخذ کتاب ہذا

(۱) قرآنِ حکیم (۔۷۰۲ آیاتِ مبارکہ کو بطور جواز پیش کیا گیا اور ان سے استدلال کیا گیا)
(۲) تفسیر دُرِّ منثور (سیوطی)
(۳) تفسیر ثعلبی
(۴) تفسیر کبیر (رازی)
(۵) تفسیر معدن الجواہر
(۶) تفسیر بہاء (واحدی)
(۷) تفسیر معالم التنزیل
(۸) تفسیر روح المعانی
(۹) تفسیر اتقان (سیوطی)
(۱۰) تفسیر صافی (بحوالہ تفسیر قمی)
(۱۱) تفسیر قمی
(۱۲) تفسیر انوار القرآن (علامہ راحت حسین گوپال پوری)
(۱۳) نہج البلاغۃ (کلام امیر المومنینؑ متفقہ شیعہ و سُنی)
(۱۴) کلام سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
(۱۵) توریتِ موسےٰؑ (عہد نامہ قدیم) کتاب پیدائش
(۱۶) انجیلِ عیسےٰؑ (عہد نامہ جدید) کتاب یوحنا و متی
(۱۷) جامع الترمذی
(۱۸) ابن ماجہ
(۱۹) ابو داؤد

(۲۰) جامع بخاری
(۲۱) جامع بخاری (اردو ترجمہ)
(۲۲) جامع مسلم
(۲۳) مشکوٰۃ (مع اردو ترجمہ موسومہ مظاہر حق)
(۲۴) مشکوٰۃ المصابیح
(۲۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری
(۲۶) فتح الباری شرح صحیح البخاری (ابن حجر عسقلانی)
(۲۷) مسند احمد حنبل
(۲۸) جامع النسائی
(۲۹) کتاب الشفاء (قاضی عیاض)
(۳۰) اکمال الدین
(۳۱) عیون الاخبار الرضا
(۳۲) معانی الاخبار
(۳۳) امالی
(۳۴) اصول کافی
(۳۵) بحار الانوار (علامہ مجلسی)
(۳۶) مستدرک علی الصحیحین (حاکم)
(۳۷) جامع صغیر (سیوطی)
(۳۸) مسند (عبد اللہ بن عمر)
(۳۹) زیادات المسند (ابن احمد)
(۴۰) تذکرۃ الحفاظ (علامہ ذہبی)
(۴۱) ما نزل من القرآن (حافظ ابو نعیم)
(۴۲) غریب القرآن
(۴۳) معدن الجواہر
(۴۴) تاریخ الخلفاء (سیوطی)

(۴۵) تاریخ حبیب السیر
(۴۶) تاریخ طبری
(۴۷) تاریخ الکامل (ابن اثیر)
(۴۸) تاریخ ابن خلدون
(۴۹) تاریخ ابن کثیر (شامی)
(۵۰) تاریخ اعثم کوفی
(۵۱) تاریخ خمیس (دیار بکری)
(۵۲) تاریخ ابوالفداء
(۵۳) تاریخ الائمہ (مطبوعہ اصلاح کھجوہ)
(۵۴) وفیات الاعیان (ابن خلکان)
(۵۵) اخبار الدول آثار اول (احمد بن یوسف دمشقی)
(۵۶) روضۃ الصفاء (محمد ابن خاوند شاہ)
(۵۷) فتوحات مکیہ (محی الدین ابن عربی)
(۵۸) معارج النبوۃ (ملا معین)
(۵۹) ریاض النضرہ (محب الدین طبری)
(۶۰) فصول المہمہ
(۶۱) کتاب اربعین (جمال الدین محدث دہلوی)
(۶۲) جمال الکبیر (جلال الدین سیوطی)
(۶۳) تذکرہ خواص الامہ
(۶۴) مفتاح النجانی مناقب آلؑ عبا
(۶۵) کتاب المناقب (ابن مغازلی)
(۶۶) کتاب الاکتفا (وصابی)
(۶۷) منہاج السنۃ (ابن تیمیہ)
(۶۸) مناقب (ابن شہر آشوب)
(۶۹) الاستیعاب فی معرفت الاصحاب

(۷۰) سرّ العالمین (غزالی)
(۷۱) ربیع الابرار
(۷۲) اسد الغابہ فضائل الصحابہ (ابن الاثیر)
(۷۳) مطالب السئول (محمد ابن طلحہ شافعی)
(۷۴) مودّۃ القربٰی (علی ہمدانی شافعی)
(۷۵) مدارج النبوۃ
(۷۶) وسیلۃ النجات (مُلّا مبین فرنگی محلی)
(۷۷) اکلیل الکرامہ فی بیان مقصد الامامہ (نواب صدیق حسن خان)
(۷۸) مجالس الحرمین
(۷۹) نفس رسولؐ (مطبوعہ "اصلاح" کھجوہ)
(۸۰) کنز العمال (علی متقی)
(۸۱) کتاب المناقب (موفق)
(۸۲) فرائد السمطین (حموینی)
(۸۳) منصب امامت (شاہ اسمٰعیلؒ شہید)
(۸۴) شواہد النبوۃ (مُلّا جامیؒ)
(۸۵) کنز البراہین الکسبیہ و الاسرار الوہبیہ الغیبیہ
(۸۶) نور الابصار (علامہ شبلنجی)
(۸۷) کشف الغمہ
(۸۸) ارشاد (شیخ مفید علیہ الرحمۃ)
(۸۹) ہدایت السعدا (شہاب الدین دولت آبادی)
(۹۰) مطالب عالیہ (فخر الدین رازی)
(۹۱) کتاب الاربعین (حافظ ابو نعیم)
(۹۲) عرف الوردی فی اخبار المہدی (سیوطی)
(۹۳) حلیۃ الاولیا (حافظ ابو نعیم)
(۹۴) اسعاف الراغبین (الشیخ محمد الصبان)

(۹۵) انتصار الاسلام (علامہ کنتوری)

(۹۶) ملاحم (ابن المنادی)

(۹۷) ارجح المطالب (علامہ عبید اللہ بسمل)

(۹۸) روضۃ الاحباب (جمال الدین محدث)

(۹۹) نصائح کافیہ

(۱۰۰) ینابیع المودۃ (علامہ شیخ سلیمان حنفی قندوزی)

(۱۰۱) صواعق محرقہ (ابن حجر مکی)

(۱۰۲) ازالۃ الخفاء (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

(۱۰۳) تحفہ اثنا عشریہ (شاہ عبد العزیز محدث دہلوی)

(۱۰۴) ابطال الباطل (فضل ابن روزبہان)

(۱۰۵) احتجاج (شمس العلماء حافظ نذیر احمد دہلوی)

(۱۰۶) مواعظ حسنہ (علامہ شیخ عبد العلی الہروی)

(۱۰۷) صراط السوی فی احوال المہدی (علامہ محمد سبطین)

(۱۰۸) فتنۂ تفسیر بالرائے (امداد الملت علامہ کاظمی)

(۱۰۹) البلاغ المبین (آغا محمد سلطان مرزا۔ دہلوی)

(۱۱۰) دُرِّ مقصود (اولاد حیدر فوق بلگرامی)

(۱۱۱) ذبح عظیم (" " " ")

(۱۱۲) دلیل العرفان (علامہ الحاج مرزا احمد علی)

(۱۱۳) نور ایمان (حافظ خیرات احمد)

(۱۱۴) وجودِ حجت (سید العلماء علامہ سید علی نقی لکھنوی)

(۱۱۵) غمِ حسینؑ (حسن میاں پھلواروی)

(۱۱۶) فتاوٰئے حائری (شمس العلماء علامہ سید علی الحائری)

(۱۱۷) معارف القرآن (چوہدری غلام احمد پرویز)

(۱۱۸) دو اسلام (ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

(119) Decline & Fall of Roman Empire (ایڈورڈ گبن)

(۱۲۰) History of Saracens (گلبن)

(۱۲۱) Apology (ڈیون پورٹ)

(۱۲۲) History of Saracens (اسکلے)

(۱۲۳) Successors of Muhammad (واشنگٹن ارونگ)

(۱۲۴) Heroes & Hero's worship (کار لائیل)

(۱۲۵) قرار دادِ مقاصد (حکومت پاکستان)

(۱۲۶) روزنامہ پاکستان ٹائمز (Pakistan Times) لاہور

(۱۲۷) روزنامہ امروز لاہور

(۱۲۸) روزنامہ نوائے وقت لاہور

(۱۲۹) روزنامہ آفاق لاہور

(۱۳۰) ہفت روزہ نسیم جہلم

(۱۳۱) ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور

(۱۳۲) یونیکو فیچر

(۱۳۳) اطلاعاتِ ایران

(۱۳۴) مسدسِ حالی (خواجہ الطاف حسین حالی)

(۱۳۵) کلام مرزا غالب دہلوی

(۱۳۶) کلام مولوی ظفر علی خان لاہور

(۱۳۷) کلام سید الف شاہ سید پاکتہاد لاہور

(۱۳۸) اسرارِ خودی (اقبالؒ)

(۱۳۹) بانگِ درا (اقبالؒ)

(۱۴۰) بالِ جبریلؑ (اقبالؒ)

(۱۴۱) ضربِ کلیمؑ (اقبالؒ)

(۱۴۲) ارمغانِ حجاز (اقبالؒ) وغیرہ وغیرہ

ان کے علاوہ بیسیوں دیگر کتب معتبرہ و مستندہ شیعہ۔ سنی۔ اہلحدیث۔ صوفیاء کرام وغیرہ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اِنتساب

اُس مظلوم کے نام جو کربلا کے میدان میں آخر وقت تک اقتدارِ حکومتِ دُنیا کے بغیرحق نیابتِ محمدؐ یہ ادا کرتا رہا جس کا نام حسینؑ تھا جس کی مظلومی اور سچائی سے دُنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں جس کی بہتر ۷۲ نفوس کی فوج میں مختلف قبیلوں کے نوجوان بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے۔ اور اسلام کی واحد مرکزیت کا ثبوت دے رہے تھے جس حسینؑ نے اجماع شخصی استخلاف شوریٰ اور غلبہ کے چاروں خود ساختہ اصولوں کو غلط ثابت کر دیا کیونکہ یزیدی حکومت کے جواز میں یہ چاروں اصول مشترکہ موجود تھے جس حسینؑ کی سالانہ یادگار کے موقع پر تمام دُنیا میں علم و عرفان کی بارش ہوتی ہے۔ اور کروڑہا انسان اسلامی علوم سے واقف ہوتے ہیں جس کے نعرۂ ھل من ناصرنے کبھی ہمسایہ ملکِ ایران کے اُس سیّدزادے کو کھڑا کیا جو جمال الدینؒ افغانی کے نام سے مشہور ہے تاکہ عالم بھر کے مسلمان تسبیحِ اُخوت میں پروئے جائیں۔ اور کبھی حکیم مشرق ڈاکٹر اقبالؒ میں سوز و گداز پیدا کیا تاکہ مسلمان خودی کا فراموش شدہ درس پھر پڑھیں۔ اور اُس پر عمل کر کے عظمتِ گم گشتہ کو پھر حاصل کریں۔ اور ہمارے دَور میں قائدِ اعظم محمدؐ علی جناح علیہ الرحمۃ میں وہ فراست۔ تدبّر۔ دُور رسی اور رُعبِ حق پیدا کیا جس کے ذریعے ایک قطرہ خون بہے بغیر مسلمانوں کو اُن کی سب سے بڑی سلطنت پاکستان واصل ہوئی۔ اور جس نے پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم شہیدِ ملت لیاقت علی کو وہ حوصلہ دیا جس سے اُس نے کسی سے دَبے بغیر مجلسِ دستور ساز پاکستان میں قرار دادِ مقاصد کو منظور کرایا۔ اور اس عہد میں مُنجی پاکستان محمد ایوب خان میں وہ جرأت پیدا کی جس سے جمہوریت کے بُتوں کو پاش پاش کر کے معیاریت و قابلیت سے پاکستان کی ڈوبتی کشتی کو ساحلِ نجات تک لے آیا۔

✦

وعدۂ خدا تعالیٰ

جس وقت تمام دُنیا کی واحد حکومت بدستِ امامِ زمانہؑ آئیگی

★

قرآن پارہ ۲۳ سورۃ صٓ میں ہے:-

(۱) اذ قال ربّک للملٰئکۃ انّی خالق بشراً من طین ○ فاذا سویتہٗ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ سٰجدین ○ فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون ○ الّا ابلیس ○ .... الآخر

قرآن پارہ ۲۰ سورہ القصص:-

(۲) ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ○

(۱) ترجمہ:- (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے کُل فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں پھر جب میں اُسے بنا چکوں اور اُس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں تو تم اُس کیلئے سجدہ میں گر پڑنا پس سب ہی فرشتوں نے تو سجدہ کیا۔ نہ کیا تو ابلیس نے۔ اُس نے تکبر کیا اور کافروں میں شمار ہو گیا۔ (خدا تعالیٰ نے) سوال کیا اے ابلیس جسے میں نے اپنی قدرت خاص سے پیدا کیا اُسے سجدہ کرنے سے تجھے کیا چیز مانع آئی۔ اور تو نے خود سے بڑائی چاہی یا تو اعلیٰ درجہ والوں میں سے ہو گیا؟ عرض کرنے لگا میں اُس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے بنایا ہے۔ فرمایا تو یہاں سے نکل جا کہ تو راندۂ درگاہ ہے۔ اور تجھ پر روزِ جزا تک کیلئے میری لعنت ہے۔ عرض کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اُس دن تک کیلئے مہلت دیدے جس دن یہ مبعوث کئے جائینگے فرمایا تجھے وقتِ معلوم کے دن تک کیلئے مُہلت دی گئی ہے۔ اُس نے عرض کی اب تیری ہی عزت کی قسم ان میں سے تیرے خالص بندوں کو چھوڑ کر اور تو میں سب ہی کو بہکاؤں گا۔ فرمایا یہ ٹھیک ہے اور میں بھی ٹھیک ہی کہے دیتا ہوں۔ میں بھی تجھ سے اور ان میں سے جو جو بھی تیرے پیرو ہو جائینگے ان سب سے جہنم کو پاٹ ہی دونگا۔

(۲) ترجمہ:- اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ اُن پر جو اس سرزمین میں کمزور کردیئے گئے ہیں احسان کریں اور اُن کو امام بنائیں اور اُن کو ہم وارث قرار دیں۔

جاننے والوں کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں۔ اور ہم حجتِ خدا تعالےٰ ہیں۔" (فرمان امام زمانہ حاضرہ۔ بحار الانوار)

اور ایسا اعلان صرف حضرت امامؑ دورِ رواں ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر عہد میں چونکہ مختلف ممالک و مقامات کے افرادِ ملت میں سے تمام کی رسائی امامؑ تک نہ ہوسکتی تھی اسلئے دیگر ائمۂ وقت کی جانب سے بھی اسی قسم کے اعلانات جاری ہوئے۔ مثلاً امامِؑ ششم حضرت جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد :-

"اپنے میں اُس شخص کو دیکھو جو ہماری حدیثیں بیان کرتا ہو۔ اور ہمارے احکام کو جانتا ہو۔ بہ تحقیق کہ میں نے اُس کو تم پر حاکم بنایا ہے۔" (بحار الانوار)

نیز ارشاد فرمایا :-

"جو ہماری احادیث کی روایت کرے۔ اور ہمارے حلال و حرام کو جاننے والا ہو۔ اُس کو میں نے حاکم بنایا۔ پس اگر وہ کوئی حکم دے۔ اور اُس کو کوئی قبول نہ کرے۔ تو یقیناً حکم خدا تعالےٰ کی توہین کی گئی۔ اور یہ رد اُس کی نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے حکم کو رد کیا گیا اور ہمارے حکم کا رد کرنے والا اللہ تعالےٰ کے حکم کا رد کرنے والا ہے۔ اور وہ شرک کی تعریف میں آتا ہے۔" (بحار الانوار)

یا امام یازدہم حضرت حسن عسکریؑ کا ارشاد گرامی :-

"علماء ہمارے اور ہمارے ماننے والوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور ہمارے سفیر ہیں۔" (بحار الانوار)

اس قسم کے جملہ احکام و اعلانات کی رو سے جب امام تک رسائی نہ ہو۔ تو اپنے جملہ معاملاتِ زندگی انفرادی و اجتماعی کے لئے علماء کی طرف رجوع کرنا لازمی اور قرینِ عقل ہے۔ اور یہ احکام قرآنی کے بھی عین مطابق ہے۔ جیسا کہ متعدد آیات قرآن پیش کردہ سے ثابت ہے۔ قرآن حکیم کی ایک اور آیہ مجیدہ میں تو اس مطلب کو بالکل ہی صاف صاف الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے :-

وما کان المومنون لینفروا کافۃً ط فلولا نفر من کل فرقۃٍ منھم طائفۃٌ لیتفقھوا فی الدین	اور مومنوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سب کے سب ہی نکل پڑیں۔ پس اُن کے لئے ہر بڑے گروہ میں سے ایک چھوٹا جتھا کیوں نہیں

وَ لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔ (پ ۱۱ ع ۴ التوبہ) — نکلے کہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو اُن کو ڈرائے۔ تاکہ وہ لوگ بھی ڈریں۔

اس آیہ مجیدہ نے اسلامی حکومت میں نظام حکومت چلانے کے لئے جہاں افراد ملت سے ووٹ حاصل کرکے حاکم بن جانے یعنی طرزِ جمہوری کی رد کی وہاں معیاریت کو قائم کرکے نظام حکومت چلانے کا حکم ظاہر کیا۔ چونکہ ایک مُسلم اور مُسلم سے بھی بڑھ کر ایک مومن کی مکمل زندگی "دین" کے ماتحت ہے اور اس آیہ مجیدہ میں علم دین (یعنی فقہ) کے حاصل کرنے کا حکم چند اشخاص کے لئے ہے (تمام کے لئے نہیں) لہٰذا اپنے ہر امر میں اُن چند اشخاص ہی کی طرف رجوع کرنا حکم خالق کے عین مطابق اور مفید ہے۔ تاکہ افرادِ ملت اپنا ہر عمل خوفِ خدا کے ماتحت کریں جو لاریب صحت عمل کی ضمانت ہے۔ نیز اسی آیت کی بنا پر علم فقہ و اجتہاد کا حاصل کرنا واجب کفائی قرار دیا گیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ تقلید کا لفظ بعض حضرات کے لئے ناگواری کا باعث ہوگا۔ مگر اگر ٹھنڈے دل سے اس پر غور و فکر کیا جائے تو ثابت ہوگا بلکہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان بالفطرت مقلّد پیدا ہوا ہے۔ تقلید انسان کے جسم و ذہن میں پیوست ہو چکی ہے۔ اور یہ کسی کے نکالنے سے نکل نہیں سکتی۔ انسان بالطبع مقلد ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ "اسلام" دینِ فطرت ہے۔ اس میں کُھلی چُھٹی نہیں اور نہ ہی مسلمان مادر پدر آزاد ہے۔ بلکہ اسلام میں ایک مکمل ضابطہ حیات کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ "نظم و ضبط" بذات خود تقلید کا دوسرا نام ہے۔ تقلید پر اعتراض کرنے والے جو جمہوریت کو جائز ثابت کرنے کے لئے دن رات اسلام میں شوریٰ کا جواز تلاش کرتے رہتے ہیں ذرا بنظر غور ملاحظہ فرمادیں کہ یہ "شوریٰ" کی تقلید نہیں؟ اگر یہ تقلید نہیں تو پھر "شوریٰ" کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ شوریٰ یعنی کسی دوسرے کے مشورے پر عمل کرنے سے خود بخود کسی دوسرے کی تقلید ہو جاتی ہے۔ اگرچہ تقلید شوریٰ سے انتہائی زیادہ پاکیزہ عمل ہے کیونکہ اس میں جو مشورہ دیا جاتا ہے۔ اُس کی تائید میں قال اللہ اور قولِ معصوم موجود ہوتا ہے۔ مگر شوریٰ میں یہ چیز نام کو نہیں بلکہ اس میں اپنی اپنی دماغی کیفیت و مقدار (MENTAL - CAPACITY) کے مطابق مشورہ دیا جاتا ہے۔ تقلید بے شک ایک پاکیزہ و مفید عمل ہے۔ جب ہم شب و روز دیکھتے ہیں کہ اپنے جملہ معاملات زندگی میں اُن معاملات کے ماہرین کی طرف رجوع

کرتے ہیں اور اُن کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً امراض کے سلسلہ میں ڈاکٹروں اور اطباء کا مقلد
ہونا پڑتا ہے۔ اور مقدمات کے لئے ماہرینِ قانون کی طرف رجوع کرکے اُن کے مقلد بن جاتے ہیں۔
بعینہٖ یہی حالت دیگر معاملات مثلاً تعلیمات و تعمیرات و مصنوعات یہاں تک کہ کھانے پینے، چلنے
پھرنے اور رہنے سہنے تک کیلئے دوسروں کی تقلید کرنا پڑتی ہے جب جملہ دنیاوی و جسمانی امور میں تقلید
پر کوئی اعتراض نہیں۔ جب ڈاکٹر سے نہیں پوچھا جاتا کہ یہ دوا جو تجویز کی گئی ہے کیوں تجویز کی
گئی ہے؟ اس میں کون کون سے اجزا شامل ہیں؟ اس کی تاثیر کیا ہے؟ اس دوا کے لئے کون
سی سند اُس کے پاس موجود ہے؟ وغیرہ وغیرہ تو دینی معاملات جو نہ صرف روحانیات ہی سے تعلق
رکھتے ہیں بلکہ تمام دنیوی زندگی پر بھی حاوی ہیں۔ اور جسمانی و دنیاوی معاملات سے کئی گنا زیادہ
ذمہ دارانہ اور اہم ہیں اُن کے حل کرنے اور صحیح راستہ اختیار کرنے کے لئے کیوں ہمیں اُن کے
ماہرین کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے جبکہ اُن کے ماہرین ہمیں اپنے مشورہ کے ساتھ قول اللہ کی سند
اور تشریحِ معصومؑ سے جواز بھی پیش کرتے ہوں۔ بشرطیکہ یہ ماہرینِ دین اُس کسوٹی پر پورے اترتے ہوں
یعنی اُن شرائط کے حامل ہوں جو ان کو جانچنے کے لئے خدا و رسولؐ نے مقرر فرمائی ہیں۔ دیکھئے حقائق
و واقعات سے عیاں ہے کہ زندگانی رسولؐ میں انفرادی و اجتماعی معاملات کے لئے خود ذاتِ سرورِ
عالمین (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی طرف رجوع ہوتا رہا۔ حضورؐ معاملات حل فرماتے رہے۔
حضورؐ کے بعد عوام و خواص نے حضورؐ کے اہلبیتؑ طاہرین اور اصحابؓ اخیار جن کو قربِ رسالت
حاصل رہا۔ اُن کی طرف رجوع فرمایا۔ اور خود اصحابؓ کو جب مشکل در پیش آئی تو اہلبیتؑ اطہار
بالخصوص بابِ مدینۃ النبوت امیر المومنینؑ امام اوّل علی المرتضیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف
راجع ہوئے۔ اس ضمن میں تاریخ مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ انفرادیت کی مثالوں کے لئے
وہ مقدمات پیش کئے جا سکتے ہیں جب کہ حکومتِ وقت تک فیصلہ کرنے سے عاجز آجاتی تھی اور
پھر سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا تھا کہ امامؑ وقت سے فیصلہ کرایا جائے اور اجتماعی
معاملات کی مثالوں کے لئے غزواتِ روم و ایران کے وقت عہدِ حکومت حضرت عمرؓ میں بعض
ضروری امور میں امامؑ وقت حضرت علیؑ کی ہدایات پر عمل سے کامیابی کا حصول یا آپ ہی کی
ہدایت کے مطابق سن ہجری کا قیام وغیرہ۔ اسی طرح دیگر آئمہؑ کے زمانوں میں بھی ہوتا رہا۔

مطلب ان مثالوں کے پیش کرنے سے یہ ہے کہ بعد از رسولؐ مسلمانوں کے لئے اپنے
جملہ معاملات میں امامؑ کی طرف رجوع کرنا نہ صرف فطرتاً ضروری ہے بلکہ مفید اور عقل کے عین

مطابق بھی ہے۔ بلاشک وشبہ بعد از رسول آئمہ علیہم السلام بر حق ہی کا صحیح معنوں میں "علماءِ ملّت" تھے لہٰذا ابنی کی ہدایات پر عمل کرنا ملّت کے لئے مفید ترین عمل تھا۔ اور جب امام ہماری نظر سے اوجھل ہوں تو پھر اُن علماء کی طرف رجوع لازمی ٹھہرا جن کے متعلق امام نے ہدایت فرمائی ہو ——— "علماء" کا لفظ سن کر آج کل کے خود رائے پسند انسانوں کا بدکنا کوئی انوکھی بات نہیں کیونکہ فی زمانہ صفِ علماء میں ہر عبا و قبا پوش اور ہر مقررِ خوش بیان و اہلِ قلم شامل نظر آتے ہیں بعض علماء نے اپنی جادو بیانی کے زور پر اپنا اپنا علیحدہ حلقہ قائم کر لیا ہے اور بعض اہلِ قلم نے جادو نگاری کے بل بوتے پر نئے نئے نظریے اسلام میں ٹھونس کر اپنی نئی جماعتیں تخلیق کر کے عوام الناس کے ذہنوں کو متاثر کرنا شروع کر دیا ہے عمل خواہ اُن کا اُن کے اپنے ہی اقوال و علم کے برعکس کیوں نہ ہو۔ چونکہ ان لوگوں پر کوئی کنٹرول نہیں لہٰذا جس کے پاس بھی دولت کے اسباب پیدا ہو گئے اور اُس نے اپنے پروپیگنڈے کے ذرائع بنا لئے۔ وہ ہی ایک نئی جماعت کا بانی مبانی ہو کر لوگوں کے ایک حصہ کو اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ملّت میں دن بدن انتشار بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اور جملہ معاملاتِ ملّت بجائے سلجھنے کے روز بروز زیادہ ہی اُلجھ رہے ہیں۔ لہٰذا "علماء" کا نام سن کر افرادِ ملّت کچھ اچھا اثر نہیں لیتے بلکہ "مولوی" سے دن بدن تنفر بڑھتا ہی جا رہا ہے ——— پس ثابت ہُوا کہ "علماء" سے یہ لوگ مراد نہیں بلکہ اس گروہ مخصوصین مراد ہیں جو اس ضمن میں مقررہ شرائط پر پورے اترتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر جو "جامع الشرائط" ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں چند گنتی کے افراد ہوتے ہیں جن کی طرف رجوع کرنے کا امامؑ کی طرف سے حکم موجود ہے۔ جس کی تائید آیت مندرجہ قرآن کرتی ہے۔ وہ کون سے شرائط ہیں جن کے مطابق دیکھ کر افرادِ ملّت کو اپنا مرجع بنانے کی ضرورت ہے۔ ان شرائط کا ذکر معصومینؑ کے بیانات میں موجود ہے جس سے ہماری رہنمائی ہوتی ہے۔ مثلاً عالم کے لئے ایک کسوٹی یہ بھی ہے جو کہ خود جناب پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمائی ہے:-

قال قال رسول اللہ الفقہاء امناء الرسل مالم یدخلوا فی الدنیا قیل یا رسول اللہ ما دخولہم فی الدنیا قال اتباع السلطان فاذا فعلوا ذالک فاحذروھم علی ادیانکم (بروایت امام ہفتم حضرت موسےٰ کاظم ابن جعفر صادقؑ۔ بحار الانوار جلد اول) یعنی فرمایا آنحضرتؐ نے کہ فقہا جب تک دنیا کو اختیار نہ کریں رسولوں کے امانتدار ہیں۔ پوچھا گیا کہ دنیا کو

اختیار کرنے سے کیا مطلب؟ ارشاد فرمایا۔ سلطان کی اتباع کرنا جب فقہاء ایسا کرنے لگیں تو سمجھ لو کہ ان کا دین اور ایمان گیا۔ اور ان سے ڈرو اور بچو۔
تاریخ اسلام سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں بعض ایسے فقہاء بھی گزرے جنہوں نے محض خوشنودیٔ سلاطین کے لئے اُن کے حق میں فتاوے دے کر فی الحقیقت اپنے دین و ایمان کو خیر باد کہہ دیا۔ بادشاہوں نے انہیں بڑے بڑے عہدے دے کر اُن کو اپنے خیالات کے پرچار کرنے کے لئے کھلی چھٹی دی۔ اس کے برعکس آئمہؑ طاہرین کی مثال دینا تو بہت بڑی جسارت ہوگی کیونکہ حکومتیں تو ہمیشہ اُن کو اپنا مدِ مقابل ہی سمجھتی رہیں۔ البتہ علماءِ حق کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ اُن کی عزت و تکریم سلاطین سے زیادہ تھی۔ وہ افرادِ ملت کے دلوں پر حکرانی کرتے رہے۔ اور خود شاہان وقت اُن کے درِ دولت پر جبہ سائی کرتے دیکھے گئے۔ بہرحال مندرجہ بالا ارشادِ رسولؐ سے ایک شرط یہ بھی قائم ہوئی کہ عالم ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سلطانِ وقت سے دب کر کوئی بھی قدم نہ اٹھائے۔

ایک اور مقام پر جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:۔

العلم ودیعة اللّٰہ فی ارضنا و العلماء امناوٴ و علیہ فمن عمل بعلمہ ادّی امانتہ ومن لم یعمل بعلمہ کتب فی دیوان الخائنین (بحار الانوار جلد ۱)

یعنی علم اللہ کی ایک امانت ہے زمین پر اور علماء اُس کے امناء ہیں۔ پس جس نے علم کے ساتھ عمل کیا تو اُس نے امانت کو پورا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اُس کا نام خائنوں کے دفتر میں لکھا گیا۔

اس ارشادِ رسولؐ سے یہ شرط قائم ہوئی کہ "عالم" وہی کہلائے گا جو باعمل بھی ہو اور جو صرف علم ہی رکھتا ہو۔ مگر اُس پر اُس کا اپنا عمل نہ ہو۔ تو وہ "دائرۂ علماء" میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ایک اور قولِ معصومؑ ملاحظہ فرمائیں۔ جناب امیرالمومنین امام اوّل یعنی علی المرتضیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ارشادِ گرامی:۔

قال قال ابوالحسنؑ عن علامات الفقہ الحلم والعلم والصمت ان الصمت باب من ابواب الحکمة ان الصمت یکسب المحبة انہ دلیل علی کل خیر (بحار الانوار)

یعنی راوی کہتا ہے فرمایا جناب ابوالحسنؑ نے کہ فقیہہ کے علامات تین ہیں۔ علم، حلم، اور خاموشی۔ اور فرمایا کہ خاموشی ایک دروازہ ہے حکمت کے دروازہ میں سے۔ خاموشی کے ذریعہ محبت حاصل ہوتی ہے اور خاموشی باعث خیر و عافیت ہے۔

اس قول سے ایک اور شرط علماء کے لئے قائم ہو گئی۔ علم کے علاوہ عالم کا حلیم الطبع ہونا بھی ضروری ہے نیز عالم کے زیادہ گفتگو کرنا اور تقاریر کو اپنا شعار یا ذریعۂ معاش بنانے کی بھی بالکل ممانعت ہے۔ اسی وجہ سے خطباء یعنی تقریر کرنے والے یا مبلغ یا مناظر وغیرہ ان علماء کی صف میں شامل نہیں جو سربراہ مملکت اسلامیہ بننے کی اہلیت رکھتے ہیں یا جن کی طرف رجوع کرنے کا "ملت کے سامنے امامؑ کی عدم موجودگی" کے وقت ملت کو امام کی طرف سے حکم ہے۔ ایک اور جگہ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ "دس قسم کے لوگ اپنے آپ کو اور دوسروں کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں"۔ ان دس اقسام میں سے بعض اقسام طبقۂ علماء کے متعلق ہیں۔ مثلاً

(۱) وہ مرد حلیم اور صاحب علم کثیر جو عقل و فہم نہیں رکھتا۔

(۲) وہ عالم جو اپنی اصلاح کا ارادہ نہ رکھے۔

(۳) وہ عالم جو دنیا کی محبت رکھتا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ

ان اقوال سے بھی "علماء" کے لئے ضروری شرائط مترشح ہوتی ہیں۔ اسی طرح کتب مستند میں آیات قرآنی کو جواز میں لئے ہوئے متعدد شرائط موجود ہیں یعنی جن کی تائید آیات قرآنی سے بھی ہوتی ہے۔ علماء حق نے ان تمام شرائط کو "اعلم جامع الشرائط" کے لئے یکجا جمع کر دیا ہے ہم ان شرائط کی ایک فہرست کتاب فتاوے حائری سے پیش کرتے ہیں :۔

(۱) تمام عقائد اسلامیہ کتاب اللہ و عترت رسول اللہ کی تعلیمات کے مطابق رکھتا ہو۔

(۲) فقاہت اور تمام احکام آئمہ معصومینؑ میں پوری معرفت اور ان کے حلال و حرام میں پوری احتیاط کرتا ہو۔ اس شرط کا حاصل ہونا منحصر ہے دس علموں پر۔ علم لغت عرب۔ نحو۔ صرف۔ منطق۔ رجال۔ اصول۔ فقہ۔ تفسیر۔ حدیث اور کلام۔ پس ان علوم پر جب کوئی عارف و حاوی ہو تو اس کو ایک قسم کی قوت قدسیہ من اللہ موہوب اور عطا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ فروع کو اصول پر رد کر سکتا ہے۔ پس سلیقہ سلیمہ کی استقامت سے اشارات کلمات الٰہی اور احادیث رسالت پناہی سے مطالب و مسائل و احکام شرعی کا استنباط کر سکتا ہے۔

(۳) لازم ہے کہ مجتہد مطلق نہ ہو نہ مجتہد متجزّی۔
(۴) مجتہد کا عادل ہونا واجب ہے۔ اور عدالت ایک قوۃ موہوبہ خدا تعالیٰ کی جانب سے ہے جو خوف خدا اور کمالِ معرفت سے انسان کے قلب میں حاصل ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ عادل گناہانِ کبائر کا مرتکب نہیں ہوتا اور گناہانِ صغائر پر اصرار نہیں کر سکتا۔
(۵) مجتہد کا بالغ ہونا شرط ہے۔ پس حضرت علامہ حلّیؒ اور فاضلِ ہندی کی مانند اگر کوئی لڑکا نابالغ درجہ اجتہاد تک پہنچے تو بالغ ہونے سے پہلے اُس کی تقلید جائز نہیں ہے۔
(۶) شرطِ ذکوریت یعنی مجتہد مرد ہونا چاہئے۔ پس اگر عورت درجہ اجتہاد تک پہنچے تو اُس کی تقلید جائز نہیں ہے۔ علی الاقوے۔
(۷) حرّیت۔ پس اگر مملوک یعنی غلام کسی کا درجہ اجتہاد تک پہنچے تو اُس کی بھی تقلید جائز نہیں۔ (بالفاظِ دیگر کسی کا ملازم و ماتحت نہ ہو) علی الاقوے
(۸) بعض کے نزدیک مجتہد کا حافظ اور صاحبِ ضبط ہونا چاہئے۔ یعنی کثیر السہو والشک والنسیان نہیں ہونا چاہئے۔
(۹) حیات (یعنی زندہ ہو) جس مجتہد کی ابتداءً تقلید کرنا چاہتا ہے۔ اُس کا زندہ ہونا شرط ہے۔ پس ابتداء میں میّت کی تقلید کرنا جائز نہیں۔ بلکہ بعض کے نزدیک مطلقاً میّت کی تقلید کرنی جائز نہیں۔
(۱۰) یہ کہ مجتہد حریص دنیا پر نہ ہو یعنی ہمت اُس کی اوضاع دنیا کے جمع کرنے میں متعارف سے زیادہ نہ ہو۔ اور حواس اُس کے ایسے امور کی طرف مشغول نہ ہوں جن سے محض دنیا داری سمجھی جاتی ہو۔ اور امورِ معاد و معاش اس کے میں ان کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ اور ایسے امور کی طرف اُس کا دل مائل اور راغب نہ ہو کہ جن میں مصلحتِ دینیہ مرتب نہیں اور محبتِ دنیا اور اس کا عشق من حیث ہی اُس کے قلب میں محکم نہ ہو۔ جس کی علامت یہ ہے کہ اہلِ دُنیا اُس کی نظر میں موقر اور مرغوب ہونگے۔"

(منقول از کتاب قیادتِ حاشری جلد اوّل صفحہ ۶۰۵)

ان شرائط کو بغور مطالعہ فرمانے سے ظاہر ہوگا کہ مملکتِ اسلامیہ کا سربراہ یعنی "اعلم جامع الشرائط" اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ بلکہ ملت و مملکت کے ہر امر انفرادی و اجتماعی کے لئے وہ محض "قال اللہ و قال المعصومؑ" کی روشنی میں استنباط کرکے احکام جاری

کرے گا جیسا کہ شرط نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ مجتہد نہ مطلق ہونا چاہئے نہ متجزّی۔ یعنی نہ تو مطلق العنان ہونا چاہئے اور نہ ہی ایسا کہ اپنے استنباط یعنی قال اللہ و قال المعصوم کے سلسلہ میں اپنی تحقیق میں کوئی حتمی فیصلہ نہ کرسکے۔ یا اگر فیصلہ کرے تو وہ متذبذب ہو۔ پس مجتہد یعنی جامع الشرائط کی صفات و مقام کی بلندی اور اُس کی کوشش و تحقیق کی گرانقدری محض اُس کے اشد استنباط ہی میں مضمر ہے۔ جو اُس نے قال اللہ معلوم کرنے اور اُس قولِ خدا کی تشریح قول یا فعلِ معصومؑ سے حاصل کرنے میں کیا۔ پس ایام غیبتِ امامؑ میں اسی طریقِ کار کو قرآنِ حکیم کی اُن ہر سہ آیاتِ کریمہ کی تائید و حمایت حاصل ہے جو پیشتر صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵ اور ۳۷۶ پر نقل کی جاچکی ہیں۔ جس کی وجہ سے اِس طریقِ کار سے کسی مسلم و مومن اور کسی عقیل و فہیم انسان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم میں جمہوریت یعنی ووٹنگ سسٹم کو ختم کرکے معیاریت یعنی اصولِ صفات و قابلیت کو رائج کیا جائے۔ دیکھئے مملکت پاکستان ہی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ ووٹنگ سسٹم کو بار بار آزما کر ملک کا کیا حال ہو چکا تھا۔ اور ملٹری کے اس موجودہ پُرامن انقلاب سے قبل ملک پستی کی کیسی عمیق گہرائیوں میں گرنے کو تیار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے معمارِ پاکستان قائداعظم علیہ الرحمۃ کی کوششوں کو ضائع ہونے سے بچالیا۔ اور ملک کے ہمدرد محافظوں نے ملک میں پُرامن انقلاب کے ذریعے ملک کی بنیادوں کو پھر تقویت پہنچا کر چٹان کی مانند مضبوط کردیا۔ خاطی انسان کے ووٹوں سے منتخب ہوئے ہوئے نااہل سربراہوں کو علیحدہ کرکے ہر محکمہ اُس مخصوص فن کے بلند معیار اور قابل ترین افراد کے سپرد کردیا۔ جس سے ملک کی ساکھ پھر قائم ہوگئی۔ محکموں میں بدعنوانیوں کا قلع قمع ہوا۔ ملک کا خزانہ جو خالی ہونے کے قریب تھا پھر بھر گیا۔ بلکہ اُس میں اضافہ ہوا۔ کیا یہ جمہور کے منتخب نمائندوں نے کیا؟ یا اُن کی جگہ پر اُن مخصوص علوم و فنون میں ماہرین نے جو تعینات کئے گئے تھے۔ پس اسی سے معیاریت کا بول بالا ہوتا ہے۔ اور اگر ماہرینِ فن نیک نیت نہ ہوں تو پھر بھی خطرہ۔ لہٰذا قرآنِ حکیم کی اُن ہر سہ آیات مندرجہ بالا میں سے مندرجہ ذیل اصولوں کے ماتحت یہ معیاریت قائم ہوسکتی ہے۔ یعنی

(۱) اِتقا کہ اس سے نیک ہونا لازم ٹھہرا۔

(۲) فیتبعون احسنہ سے قابلیت ضروری قرار دی گئی۔ اور قابلوں میں سے بھی جو سب سے بڑا

(۳) لیتفقھوا فی الدین سے حصولِ علمِ دین کے بعد سرداری سونپنی ضروری ہوئی نہ کہ جمہوریت کے انتخاب

پس جب تک مصلحتِ خداوندی کے تحت امام دورِ رواں کا ظہور نہیں ہو جاتا دنیا کی تکلیفوں کا حل اور ممالک عالم کے دستورہائے حکومت کی صحت اس ضمن میں محض ان تین اصولوں پر عمل کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑا گیا تو مکمل امنِ عالم کا قیام ناممکن ہوگا اور دنیا بدستور پریشانی و خوف فسق و فجور اور دیگر مصائب میں گرفتار رہے گی اور تباہی کی طرف قدم بڑھاتی ہی جائے گی۔ گوہرِ مقصود یعنی "امنِ عالم" حاصل نہ ہو سکے گا۔

ظہورِ امامت سے قبل مسلمان کو ہر طریق کا بادلِ ناخواستہ خیر مقدم کرنا پڑتا ہے مگر مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ۔ دنیا میں اس وقت جمہوریت کا دور دورہ ہے خواہ یہ کمیونزم کی شکل میں ہو یا سوشیلزم یا نیشنلزم کی شکل میں۔ یہ جمہوریت کہاں سے چلی اور کن دماغوں کی پیداوار ہے؟ اس کے متعلق گذشتہ صفحات میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ یورپ اپنی صنعت و حرفت اور تجارتی و سائینسی ترقی کی وجہ سے تمام دنیا پر چھا گیا۔ جس کی وجہ سے یورپ کا دماغ مادیت میں دفن ہو چکا ہے۔ عیسائیت جو وہاں پر رائج تھی اور ہے۔ یورپ کو اس مادیت کے سیلاب میں ڈوبنے سے نہیں بچا سکی جس وقت یورپ اپنی مادی ترقی حاصل کرنے میں مصروف تھا بدقسمتی سے اُس وقت مسلمان اقتدارِ حکومت سنبھالنے میں خانہ جنگی میں مصروف رہا۔ وارثانِ دین جن کو حکومت سے علیحدہ رکھنے کی عظیم غلطی مسلم سلاطین جور نے روا رکھی وہ حکمِ خدا تعالیٰ کے تحت دین کی حفاظت کرنے میں مصروف رہے۔ یورپ مادی ترقی کرتا گیا اور اب نوبت بایں جا رسید کہ موجودہ دور میں تمام دنیا یورپ ہی سے فیضِ تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ ایشیا کے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے یورپ ہی سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ بہترین اُستاد یورپ ہی کا تعلیم یافتہ تصور کیا جاتا ہے۔ حد ہے کہ زبانِ فارسی ایران کی، عربی ملک عرب کی اور سنسکرت پُرانے ہندوستان کی مگر ان زبانوں کی ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں یورپائی تعلیم گاہوں سے ملتی ہیں۔ یہ سلسلہ مدتِ مدید سے جاری ہے اور اس مسلسل ذریعے سے ایشیائی ممالک کے عوام کے دماغوں میں یورپی نظریات و تصورات کی برتری کا عکس دن بدن زیادہ پیوست ہوتا گیا اور ہو رہا ہے۔ جمہوریت کا تخیل بھی یورپ ہی کا تحفہ ہے اور اس کی ایک وجہ عوام کا جذبہ خود پسندی بھی ہے۔ جو ہر فرد انسان کو حکومت میں برسرِ اقتدار آنے کے لئے اُکساتا ہے۔ لہٰذا جمہوریت ہر ایک کو سبز باغ دکھاتی ہے۔ اور یہی اُس کی ہر دلعزیزی (POPU LARITY) کی وجہ ہے۔ حکیمِ مشرق اقبالؒ نے اس قبا کو خوب چاک کیا ہے۔ ؎

~ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اس سے ظہورِ امامؑ سے پیشتر کا طریقِ عمل ظاہر ہوتا ہے کہ ممالک عالم کی حکومتوں کا ہر ایک فرد خواہ وہ حکومت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے عہدہ سے لے کر بڑے سے بڑے عہدہ پر بھی متعین ہو۔ وہ تولا جائے نہ کہ گنتی کے ووٹوں سے مقرر کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف محکموں کا کام چلانے کے لئے مختلف مخصوص معیار کے افراد بھرتی کئے جاتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ ذمہ دارانہ عہدہ یعنی نظامِ حکومت کی سربراہی اور مختلف شعبوں کی فرمانروائی کے لئے معیار کو ترک کر دیا جاتا ہے اور اس اہم ذمہ داری کو سونپنے کے لئے لوگوں کے ووٹ حاصل کر کے آنکھیں بند کر کے سب سے اہم عہدہ یا عہدے اُس کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طریقے کو بار بار عمل میں لانے کے باوجود امن عالم قائم نہیں کیا جا سکا۔ لہٰذا مندرجہ بالا پیش کردہ برستہ شرائط کی بنیادوں پر معیاریت کا قیام ہی بدامنی عالم کا واحد علاج ہے۔

ختم

مندرجہ بالا حقائق و واقعات میں نے مکمل نیک نیتی سے محض مسلمانانِ عالم کی کمزوریوں اور انتشار اور فسادِ عالم کو محسوس کرتے ہوئے اسلامی اصول یعنی قرآن۔ اقوالِ معصومینؑ اور عقلِ عمومی کی روشنی میں لکھے ہیں جن کا تعلق مکمل کرۂ ارض کے مسائل سے ہے کسی مخصوص ملک یا اُس کی حکومت سے ہرگز نہیں ہے۔

عاصی پُر معاصی۔ غیاث الدین
مدیر اعزازی "معارف اسلام"
لاہور (پاکستان)

قارئین کی خدمت میں ضروری
گزارش

ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان میں ایک باضابطہ رجسٹرڈ قومی ادارہ ہے۔ اِس کا مقصد تجارتی لین دین۔ منافع کمانا یا ذاتی نام و نمود پیدا کرنا نہیں۔ یہ نہ ہی کوئی حصّہ داروں کی کمپنی ہے نہ ہی کسی کی ذاتی ملکیت بلکہ جملہ اراکینِ ادارہ ضابطہ کے ماتحت اِس کے صرف منتظم ہیں اندریں حالات ادارہ کے اغراض و مقاصد کے تحت جو بھی لٹریچر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ محض نیک نیتّی سے فائدہ عامّۃ المسلمین کے لئے بالخصوص اور عامۃ الناس کیلئے بالعموم۔ صحیح اسلامیات کو روشناس کرانے کے لئے تاکہ دنیا جو اسلام کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہے یہ غلط فہمیاں دُور ہو سکیں اور مُسلم جو موجودہ تعلیم اور یورپائی رَو میں بہہ کر غلط تخیّل کو دماغوں میں پیوست کر لیتے ہیں اُن کی اصلاح ہو سکے محض اِسی جذبہ کے ماتحت کتاب زیرِ نظر کو دیکھا جائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

علوم و معارف سے پُر کتابیں

خود پڑھیں اوروں کو پڑھائیں۔ ان کی تمام آمدنی اشاعتِ دین پر خرچ ہوتی ہے۔

اسرار توحید (از امام جعفر صادقؑ)
بلا جلد عہ ۵۰ پیسے مجلد عہ
تفسیر بالرائے مجلد عہ ۷۵ پیسے
〃 〃 بلا جلد ۷۵ 〃
مذہب اور سائنس ۶۲ 〃
حکومت ربانی ۵۰ 〃
محرم و آداب عزا ۵۰ 〃
فضائل و مدح اہلبیتؑ ۵۰ 〃
موازنہ حق و باطل ۳۷ 〃
دلیل عزا ۳۷ پیسے قوانین شریعہ ۱۲ 〃
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج ۱۸ 〃
وصیت شریفہ (انگریزی) ۲۵ 〃
اقتصادی مشکلات کا حل ۲۵ 〃
مہدی موعود ۲۵ پیسے عصمت انبیاء ۲۵ 〃
ذکر بہا ۱۳ پیسے اسوۂ صوفیا ۱۳ 〃
آلِ محمدؐ ۱۳ 〃
ضرورت اتحاد ۱۳ 〃
رحمۃ للعالمین (اسلام اور اقلیت) ۱۹ 〃
حقائق غم در ایوم عاشورہ کی تاریخ منظوم } عہ ۵۰ 〃
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب) ۷۵ 〃

نہج البلاغہ (مترجم سید رئیس احمد جعفری) عبد الرزاق ملیح آبادی و سید مرتضیٰ حسین۔ قیمت عہ ۲۵
نہج البلاغہ پر سرسری نظر عہ ۲۵ (مترجم مفتی جعفر حسین صاحب)
فلسفۂ اسلام حصہ اول (آغا محمد سلطان مرزا) ۸ روپے ۷۵ پیسے
حصہ دوم و سوم ایک جلد ۸ روپے ۷۵ 〃
اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ عہ
قرآن اور جغرافیائی مسائل ۵۰ پیسے
مخزن المعارف یعنی شیعہ پاکٹ بک از مرزا احمد علی صاحب اضافہ شدہ نیا ایڈیشن عہ
تاریخ اصلاح ۳۷ پیسے
دلیل العرفان عہ ۲۵ 〃
معلم اسلام (علامہ کاظمی) تمام ضروری اعمال } ۱۹ 〃
اعمال واجبہ (علامہ کاظمی) ۱۵ 〃
مقتل الحسین عقبہ بن سمعان (علامہ کا موجودہ کلام) } ۵۰ 〃
تصویر درد ۲۵ پیسے ظفر المبین ۲۵ 〃
حقیقۃ الفقہ ۱۳ 〃 رموز حکمت ۱۸ 〃

حضرت یوشع بن نون ۲۵ پیسے منظوم اخلاق ۲۵ پیسے
اور حکمت و اقوال امام حسینؑ کی تشریح ۳۷ 〃
اصل اصول شیعہ (آل کاشف الغطاء) عہ
اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ حصہ اول (عہد نبوی) } عہ
اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیتؑ) و شیعہ عقائد، بعثت و ہجرت } عہ ۲۵ پیسے
تحقیق حدیث انا مدینۃ العلم ۶۲ 〃
اسلامی عقائد و تعلیمات اہلبیتؑ از ادیب اعظم سید ظفر حسن امروہوی } ۲۵ 〃
مواعظ حسنہ (از علامہ شیخ عبد النبی العراقی الطہرانی) } عہ ۵
اخلاق المعصومین (از علامہ کاظمی) عہ ۲۵ پیسے
بلاغت طفولیت در اہل حق حقیقت } ۲۵ پیسے
سیرۃ فاطمۃ الزہراؑ (از آغا محمد سلطان احمد) مجلد عہ ۲۵ پیسے بلا جلد عہ 〃
البلاغ المبین حصہ اول اضافہ شدہ (آغا محمد سلطان مرزا) مجلد عہ
غیر مجلد عہ 〃
البلاغ المبین حصہ دوم سوم عہ

ترسیل زر بنام :- مدیر اعزازی ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور
خط و کتابت بنام :- مہتمم دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹ بی شیخ منزل شاہ عالمی گیٹ لاہور

شیخ فیاض الدین پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر ادارہ معارف اسلام و جمیرہ شاہ عالم مارکیٹ ۹/۲ ... سے شائع کیا